REGD NO. P. 61

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

۲۹ اخاء ۱۳۴۳ ہش	۲۲ جمادی الثانی ۱۳۸۴ھ	۲۹ اکتوبر ۱۹۶۴ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۲۸ اکتوبر بسیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ مورخہ ۲۴ اکتوبر بوقت ۸ بجے صبح کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ

کل حضور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے نسبتاً بہتر رہی۔

آج بھی اس وقت طبیعت اچھی ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال تا حال پاکستان سے تشریف نہیں لائے۔ احباب دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں سب کا حافظ و ناصر ہو اور بخیریت قادیان واپس لائے۔ آمین ٭

”احمدی لوگ اسلام کی روحانی فتح کے بارہ میں بہت نہایت درجہ پُراعتماد ہیں“

”اس امر کا قوی امکان موجود ہے کہ وہ بالآخر اسلام کو غالب کر دکھانے میں کامیاب ثابت ہوں“

دنیا میں غلبۂ اسلام کے امکانات کے متعلق مشہور یوگوسلاوی فاضل سینکو ایم زوجیکا کے تاثرات

آنحضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کے عین مطابق آپ ہی کی قائم کردہ جماعت کے ذریعہ اسلام کس شان سے دنیا میں پھیل رہا ہے۔ اور کس طرح تثلیث کے وہ پجاری جو صدیوں سے دنیا کی آلائشوں اور پلیدیوں میں رینگ رہے تھے ایک ایک کر کے توحید پرستاروں میں شامل ہونے کے لئے اسلام کی طرف دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ اس کا اندازہ مشہور یوگوسلاوی فاضل سینکو ایم زوجیکار M. Zdenko ST. (حال ۷۵) کے اس مبسوط مقالہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے جو انگلستان کے نہایت موقر جریدہ ”ایسٹرن ورلڈ“ میں شائع ہوا تھا۔ انہوں نے اپنے اس مقالہ میں روز افزوں ترقی کے تعلق میں جماعت احمدیہ کی عظیم الشان تبلیغی مساعی پر بھی روشنی ڈالی ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ اس امر کا امکان موجود ہے کہ بالآخر یہ چھوٹی سی جماعت اسلام کو دنیا میں غالب کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ پروفیسر سینکو ایم زوجیکا امریکہ کی ریاست پنسلوانیہ کے ”ولکنز کالج“ میں شعبہ فلسفہ و مذاہب کے پروفیسر ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:-

”احمدیوں کا یہ مطمح نظر کہ وہ مغرب کی عیسائی دنیا کو اپنے مخصوص اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر ہی دم لیں گے بظاہر ایک دیوانے کی بڑ نظر آتا ہے۔ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی تنظیم جو اپنے محدود وسائل سے کام لے کر مغرب کے متمول اور ذی ثروت ممالک میں تبلیغ اسلام کی انتہائی گراں بار ذمہ داری کو نبھانے میں کوشاں ہے۔ اس کی اس قسم کی توقعات بظاہر مایوس کن دکھائی دیتی ہیں۔ بایں ہمہ یہ ایک زبردست یقین اور جذبہ و جوش کی آئینہ دار ہیں جس سے یہ لوگ مالا مال ہیں۔ اس مقصد کے حصول میں ابھی انہیں ایک معتدل حد تک کامیابی ہوئی ہے۔ اور وہ یہ کہ دنیا کے مختلف حصوں میں ان کے تبلیغی مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ امریکہ کے علاوہ یورپ میں بھی یعنی انگلستان۔ فرانس۔ اٹلی۔ سپین۔ ہالینڈ۔ جرمنی۔ ناروے اور سویڈن میں ان کی باقاعدہ مشن ہیں۔ جنوبی امریکہ کے ممالک میں سے یہ لوگ ٹرینیڈاڈ۔ برازیل اور کوسٹاریکا میں موجود ہیں۔ اسی طرح ایشیائی ممالک میں سے سیلون۔ برما۔ ملایا۔ انڈونیشیا۔ عراق۔ ایران اور شام میں بھی ان کے مبلغ مصروف کار ہیں۔ افریقی ممالک میں سے مصر۔ زنجبار۔ نائیجیریا۔ سیرالیون۔ گھانا۔ مراکش اور ماریشس میں بھی ان کی جماعتیں قائم ہیں۔ سیرالیون کی نئی جمہوریہ احمدیت کے لئے مغربی افریقہ میں ایک منتخب خطہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اپنے مرکز کی رہنمائی میں اس تحریک نے اس چھوٹی سی مملکت میں خاصا اثر و نفوذ حاصل کر لیا ہے۔

ایک مذہبی فرقہ کے لئے بلحاظ تعداد اس کے افراد کا کم ہونا یا معتقدات کا ایسی نوعیت کا حامل ہونا جو دوسروں کے لئے پورے طور پر قابل فہم نہ ہو نقصان کا موجب نہیں ہوا کرتا۔ ایسے فرقے صدیوں تک زمانہ کے حالات سے نبرد آزما رہنے کے انداز سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ مذاہب کی تاریخ ایسے چھوٹے چھوٹے فرقوں کی مثالوں سے بھری ہوئی ہے جنہوں نے زمانہ کے اُتار چڑھاؤ اور اکثریت کے دباؤ کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی ہستی کو برقرار رکھا۔ اندریں حالات اس بات کا امکان ہے کہ احمدیت بھی مستقبل میں اسی طرح نمایاں طور پر پھلے پھولے۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ اسلامی دنیا مغرب کی لادینی ثقافت کے زیر اثر آ جانے کی وجہ سے ادھر ادھر بھٹک رہی ہے۔ احمدیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کی تحریک اسلام کو اس طور سے پیش کرتی ہے کہ جو دنیائے جدید کے تقاضوں کے عین مطابق ہے پھر وہ اسلام کی فتح کے بارہ میں نہایت درجہ پُراعتماد بھی ہیں۔ ایسی صورت میں احمدیت ان نئی نسلوں کے لئے دلکش اور جاذب نظر ہو سکتی ہے جو اصلاح حال کے پیش نظر نئے انداز فکر کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔“

(رسالہ ایسٹرن ورلڈ بابت دسمبر ۱۹۶۳ء)

قادیان دارالامان میں جماعت احمدیہ کا تہترواں

جلسہ سالانہ

جملہ احباب جماعت احمدیہ ہندوستان کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ امسال بھی جلسہ سالانہ قادیان کے انعقاد کیلئے ۱۸، ۱۹ اور ۲۰ دسمبر ۱۹۶۴ء کی تاریخیں رکھی گئی ہیں تاکہ دوست کرسمس کی چھٹیوں اور کرسمس کے دنوں میں ریلوے کے رعایتی کرایہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں جلسہ سالانہ میں شریک ہو کر اس کی برکتوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔

لہٰذا جملہ احباب جماعت عہدیداران اور مبلغین کی خدمت میں درخواست ہے کہ جمعہ اور دیگر جماعتی اجتماعوں کے مواقع پر یہ اعلان جلسہ سالانہ تک کر کے زیادہ سے زیادہ احباب نیز زیر تبلیغ دوستوں کو جلسہ میں شمولیت کی تحریک فرماتے رہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ دوست اس میں شامل ہو کر علمی اور روحانی برکات سے فائدہ اٹھا سکیں ٭

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان — مورخہ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۶۴ء

افریقہ میں تبلیغ اسلام کی نمایاں خدمات

بدر کی گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں پہلے صفحہ پر مغربی افریقہ کے . . .

ایک مشہور اخبار ڈیلی میل ۸ر نومبر ۱۹۶۳ء سے ایک مفصل حوالہ نقل کیا گیا تھا جس میں برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائیٹی کے جنرل سیکرٹری ریونڈ جے۔ ٹی۔ واٹس نے کیپ ٹاؤن (مغربی افریقہ) میں ایک تقریر کے موقعہ پر کہا:-

"یہ بات بین ممکن ہے کہ مذہب مستقبل میں اسلام افریقہ کے عوامی مذہب کی حیثیت سے عیسائیت کو شکست دے کر اس کی جگہ لے لے۔"

اسی طرح اُنہوں نے یہ بھی کہا:-

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام افریقہ میں برابر ترقی کر رہا ہے اگر ایک شخص عیسائیت قبول کرتا ہے تو اسلام اس کے مقابلہ میں دو افراد کو اپنے حلقہ بگوش بنا لیتا ہے۔"

اخبار ڈیلی میل کا یہ مفصل حوالہ لائلپور کے اخبار المنبر مجریہ ۹ر اکتوبر میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ جس مضمون میں یہ حوالہ نقل کیا گیا ہے۔ اس کے آغاز میں بطور تمہید جہاں عامۃ المسلمین کے اُس خطرناک جمود کا ذکر کیا ہے جو اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہاں اس بات کا اعتراف بھی کیا گیا ہے کہ ایسے زمانہ میں بعض افراد باوجود سخت مخالفانہ حالات کے اس فریضہ کو ادا کر رہے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:-

"آج اگرچہ بحیثیت مجموعی مسلمان ملت پر زوال و ادبار کے سائے دراز ہیں اور دین کی تبلیغ و اشاعت کا مہ بہت ہی تھوڑے افراد میں پایا جاتا ہے۔ اور اس ملت کے بالمقابل دنیا کی سب سے بڑی قوم، عیسائی ہر قسم کے مادی وسائل پر قابض و متصرف ہے۔ تاہم اسلام، عیسائیت کو شکست پر شکست دیئے چلا جا رہا ہے۔ اس کے مقابلہ کی ہوا اکھڑ چکی ہے اور عیسائی حکومتوں کی بے پناہ مالی امداد اور وسائل نشر و اشاعت کے علی الرغم عیسائی منتظمان اسلام کے بالمقابل ناکام ہو رہی ہیں۔ اور اب اس حقیقت کا اعتراف عیسائی مصنف ہی نہیں خود پادری بھی کرنے لگے ہیں۔"

(المنبر ۹ر اکتوبر ۱۹۶۴ء)

ہر چند کہ المنبر کے مضمون نگار نے بڑی چالاکی سے احمدی مبلغین کو (جن کا یہ اصل کارنامہ ہے) عوام سے اوجھل رکھنے کی پوری کوشش کی ہے۔ اور یہ نہیں بتایا کہ دین کی تبلیغ و اشاعت کا ولولہ رکھنے والے تھوڑے افراد کون ہیں پھر بھی پڑھے لکھے مبصر اس کا کوئی انکار کر سکتا ہے؟ برِّ اعظم افریقہ خواہ مشرقی ہو یا مغربی اس میں اسلام کی تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے میں احمدیہ جماعت کے مجاہدین و مبلغین کو منفردانہ حیثیت حاصل ہے۔ اس لئے خواہ کوئی اس بات کا ذکر کرے یا نہ اس حقیقت کو نہ تو چھپایا جا سکتا ہے اور نہ کسی کی عیاری اس شہری کارنامے پر کسی طرح کا پردہ ڈال سکتی ہے۔ اور اس جگہ ایک بڑی پُر لطف بات یہ ہوئی کہ المنبر کے مدیر محترم نے ۹ر اکتوبر کے پرچہ میں مبہم تمہیدی عبارت لکھ کر احمدی مبلغین کے کارناموں سے عوام کو بے خبر رکھنے کی سعی لاحاصل کی۔ مگر عجیب تصرف الٰہی ہے کہ اُسی تاریخ یعنی ۹ر اکتوبر ۱۹۶۴ء کو صدق جدید میں ایک شذرہ بلا تبصرہ کے عنوان سے ان الفاظ میں شائع ہوا:-

"مولانا محی الدین احمد صاحب قصوری کے قلم سے پاکستان کے ایک دینی پرچہ میں:-

میرا لڑکا معین الدین احمد قریشی حکومت امریکا کی طرف سے انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ یا ورلڈ بینک میں خدا کے فضل سے ایک نہایت معزز اور ذمہ دار عہدہ سے پر فائز ہے اسے سال میں متعدد مرتبہ مشرقی افریقہ کے ملک کے دورہ پر جانا پڑتا ہے۔ سال رواں کے شروع میں وہ ایک ماہ کی رخصت لے کر یہاں جو آئے تو اُنہوں نے نہایت افسوس بلکہ مایوسی کے انداز میں کہا کہ میں جہاں بھی گیا ہوں میں نے مرزائی مبلغین کو سرگرم عمل پایا۔ قریباً وہ تمام رنگ بہتر مناظر مذہبی تنازعات کے سلسلے میں وسیع المعلومات کتب مقدسہ کے حوالہ جات سے واقف اور تبلیغی نشیب و فراز سے آگاہ نظر آئے ساتھ ہی شرمندگی سے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ کسی نام نہاد اسلامی جماعت کا کوئی نمائندہ وہاں بھولے سے بھی نظر نہیں آیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔"

(صدق جدید ۹ر اکتوبر ۱۹۶۴ء)

غالباً یہ شذرہ مولانا دریابادی نے المنبر لائلپور ہی سے لیا ہے۔ جبکہ المنبر ۱۱ر ستمبر ۱۹۶۴ء میں مولانا محی الدین احمد صاحب قصوری کی "صدائے دلسوز" کے تیسرے عنوان کے تحت یہ پُر حقیقت مضمون شائع ہوا۔

الغرض ایسی چشم دید گواہی کے بعد جو مولانا محی الدین احمد صاحب قصوری کے بیٹے کی خود المنبر میں شائع ہوئی اور (شهد شاهد من اهله کا رنگ رکھتی ہے) اس حقیقت کو کیونکر جھٹلایا جا سکتا ہے کہ برِّ اعظم افریقہ کے اندر جو اسلام و عیسائیت کا کامیاب مقابلہ ہو رہا ہے اس میں اسلام کی نمائندگی کا شرف احمدی مبلغین کو حاصل ہو رہا ہے!!

اسرائیل میں یہود کی حکومت

ایک ہفت روزہ نے بطور اعتراض لکھا ہے کہ

"اسرائیل کے باب میں بھی اجماع اُمم (؟) تھا کہ اس کرۂ ارض پر کبھی اسرائیلی ریاست کا قیام ممکن نہیں کیونکہ وہ مغضوب و ضالین میں سے ہیں۔ اس سلسلے میں بھی تیرہ سو سال تک آیات قرآنی و احادیث نبوی سے استدلال پیش کئے جاتے رہے ہیں لیکن قیام اسرائیل کے بعد سے اب عشق تاویلات سے کام لیا جا رہا ہے۔"

(مادر وطن لکھنؤ ۱۶ر اکتوبر ۱۹۶۴ء)

معاصر نے بعض قسم کی ایسی سیاسی باتوں کے ضمن میں یہ اعتراض کیا ہے جن سے ہمیں چنداں دلچسپی نہیں اسلئے اُن باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم اعتراض کے صرف مذہبی پہلو کی نسبت کچھ وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم میں یہود کو مغضوب قرار دیا گیا ہے۔ اور اُن کے متعلق ضربت علیهم الذلة و المسكنة کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اس قوم پر ذلت اور عاجزی مسلط کر دی گئی۔ مگر یہ الفاظ جہاں بھی استعمال ہوئے ہیں وہاں ان کے ساتھ "الا بحبل من الله و حبل من الناس" کے الفاظ بھی مذکور ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہود کے بارہ میں اس خدائی فیصلہ کے اندر دو قسم کے استثناء ہیں۔ اوّل یہ کہ یہودی حبل من اللہ کو تھام لیں یعنی مسلمان ہو جائیں تب اُن سے یہ ذلت کی مار دور ہو سکتی ہے۔ یا دوسرے نمبر پر حبل من الناس کو تھام لیں یعنی اسلام کو چھوڑ کر اوروں کا سہارا لے لیں اور اُن کی رسی کو پکڑ لیں۔ چنانچہ اسرائیل کی حکومت جس طور پر قائم ہوئی اس کو جاننے والے اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ یہود کو جو حکومت اس زمانہ میں حاصل ہوئی وہ برطانیہ امریکہ اور روس کے توسط سے۔ اگر یہ طاقتیں درمیان میں نہ آتیں تو ممکن نہ تھا کہ یہود کو روئے زمین کے ایک چپہ پر بھی حکومت مل جاتی۔ یہ ایک ایسی بدیہی بات ہے جس کے لئے کسی خاص ثبوت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ تاہم اخبار پرتاپ جالندھر کے ایک تازہ ایڈیٹوریل نوٹ بعنوان "اسرائیل اور ہمارا رویہ" کا ابتدائی حصہ ملاحظہ ہو:-

". . . . ۱۹۴۸ء سے پہلے اسرائیل کے نام کا کوئی ملک موجود نہیں تھا بلکہ یہ سارا علاقہ فلسطین کہلاتا تھا۔ جس پر پہلے برطانیہ کا قبضہ رہا اور دوسری جنگ عظیم کے بعد اتحادی سبھا کی مداخلت سے یہ ملک برطانوی سرپرستی علاقہ قرار دیا گیا۔ اور آخرکار ۱۴ر جولائی ۱۹۴۸ء کو عرب ممالک اور یہودی نمائندوں کے درمیان اتحادی سبھا کے زیر اہتمام ایک معاہدہ کی رُو سے اسرائیل کا نیا ملک وجود میں آیا جس کی راجدھانی یروشلم قرار دی گئی۔ دراصل یہ ملک جرمنی، آسٹریا اور عرب ممالک میں آباد یہودیوں کو ان کے وطن کے طور پر بسانے کی غرض سے برطانیہ کی کوشش سے وجود میں لایا گیا۔"

(پرتاپ جالندھر ۲ر ۱۰ ؍ ۴۵)

علاوہ ازیں جہاں یہود کا اسرائیل کے علاقہ میں جمع کئے جانے کا تعلق ہے یہ تو بجائے خود قرآن کریم کی ایک زبردست پیشگوئی تھی جو اس زمانہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ پوری ہوئی۔ قرآن کریم کے پندرھویں سیپارے میں یہود کو مخاطب کر کے بطور پیشگوئی کہا گیا ہے کہ

فاذا جاء وعد الآخرة جئنا بكم لفيفا (بنی اسرائیل ع ۱۲)

یعنی جب آخری زمانہ کا وعدہ آئیگا تو پھر ہم تم کو اکٹھا کر کے اس جگہ لے آئیں گے۔

چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق ۱۹۴۸ء میں یو۔ این۔ او کے ذریعہ یہود کو اور دیگر کے ملکوں سے اکٹھا کر کے اسرائیل کے علاقہ میں لایا گیا۔ پس یہ تاویلات نہیں بلکہ حقیقت ہے اور واقعات اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

عالی ہمت نوجوانوں کی ابتدائی منزلیں تو ہوتی ہیں لیکن آخری منزل نہیں ہُوا کرتی

ایک نہ ختم ہونے والی جدوجہد کیلئے تیار ہو جاؤ اور ہر وقت آگے قدم بڑھانے کی کوشش کرتے رہو

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا نوجوانوں سے خطاب

ذیل میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا وہ خطبۂ صدارت درج کیا جاتا ہے جو حضور نے ۲ر اپریل [illegible] کو تعلیم الاسلام کالج کے جلسۂ تقسیم اسناد میں ارشاد فرمایا۔

انسان کی زندگی میں

مختلف تغیرات

آتے رہتے ہیں اور یہی تغیرات انسانی زندگی کی دلچسپی کا موجب ہوتے ہیں۔ انسان کی زندگی سے ان تغیرات کو خارج کر دو تو اس کی ساری دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔ ایک لمبے عرصہ کی ہم آہنگی بھی بعض دفعہ انسانی فطرت کا جزو بن جاتی ہے۔ لیکن فطرت کا جزو رہنے اور دلچسپی کا موجب ہونے میں بہت بڑا فرق ہے۔ فطرت کا جزو رہنے کے صرف یہ معنے ہیں کہ اس شخص کو "ہم آہنگی" کوئی غیر چیز نہیں معلوم ہوتی۔ وہ اسے ناپسند نہیں کرتا وہ اس کا عادی ہو گیا ہے۔ بعض دفعہ اس ہم آہنگی کو بدلنے سے وہ صدمہ بھی محسوس کرتا ہے مگر اسی طرح جس طرح بازو کا جوڑ الگ ہو جائے تو انسان تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن جب جوڑ اپنے مقام میں صحیح طور پر جُڑا ہوا ہوتا ہے تو کوئی خاص کیفیت محسوس نہیں کرتا۔ ایک انسان کی ساری عمر اگر اس طرح گزر جائے کہ اس کے بازو کا جوڑ صحیح طور پر اپنے مقام پر جُڑا رہے اور کبھی اس میں کوئی تکلیف نہ ہو تو شاید ایک دفعہ بھی اسے خیال نہ گزرے گا کہ اس کے بازو کا کوئی جوڑ بھی ہے اور وہ اپنی جگہ پر صحیح طور پر جُڑا ہوا ہے اور اپنے مقررہ کام کو اچھی طرح ادا کر رہا ہے۔ کیونکہ ہم آہنگی سکون کو پیدا کرتی ہے لیکن فکر میں ہیجان پیدا نہیں کرتی۔ پس زندگی درحقیقت تغیرات کا نام ہے۔ کوئی ترقی بغیر تغیر کے نہیں ہو سکتی۔ منزل بہ منزل آگے بڑھنے یعنی مختلف نیک تغیرات کے سلسلہ میں سے گزرنا ہی ترقی کی تعریف ہے۔

خدا تعالیٰ ازلی ابدی صداقت ہے

ذات کے لحاظ سے وہ غیر متبدل ہی کہلاتا ہے لیکن صفات کے لحاظ سے وہ بھی غیر متناہی تغیرات اور تبدیلیوں کا حامل ہے اگر اس کی صفات کے ظہور میں تغیر اور تنوع نہ ہوتا تو وہ ایک منفی خدا ہوتا جیسا کہ بدھوؤں اور بدھوں کا تصور ہے۔ وہ ایک مثبت خدا نہ ہوتا جیسا کہ قرآن کریم کا نظریہ ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ فَبِاَيِّ
> اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

یعنی خدا تعالیٰ ہر زمانہ میں ایک نئی اور دائم حالت میں ہوتا ہے پس بتاؤ تو سہی کہ تم خدا تعالیٰ کی کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ان آیات میں نہایت وضاحت سے صفاتِ الٰہیہ کے مثبت پہلو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور انسانی ترقی کی ایک جامع مانع تعریف کر دی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ کی صفات کے ظہور کا زاویہ انسانوں کی طرف ہر وقت تبدیل ہوتا رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ ظہورِ صفات سے ہم آہنگی قائم رکھنے کے لئے انسان کو زاویہ بدلنا پڑے گا۔ گھوڑے کو سدھانے والا ایک چکر میں کھڑا ہو جاتا ہے اور گھوڑے کی رسّی پکڑ کر خود چاروں طرف گھومتا ہے گھوڑے کو بھی اس کے ساتھ گھومنا پڑتا ہے مرکزی سوار کے گھومنے کا دائرہ بہت چھوٹا بلکہ عین مرکز میں صفر کے برابر ہوتا ہے مگر پہلوؤں پر کھڑے ہوئے گھوڑے کو رسی کے برابر لمبا فاصلہ طے کر کے چاروں طرف دوڑنا پڑتا ہے اور اسی میں اس کے

فن میں کمال

پیدا کرنے کا راز مخفی ہے۔ خدا تعالیٰ اپنا پہلو ہر وقت بدلتا ہے۔ انسان کو اس کے پہلو بدلنے کے ساتھ اپنا قدم بڑھانا پڑتا ہے تا خدا تعالیٰ سے ہم آہنگی قائم رہے یہ تغیر خدا تعالیٰ کے ساتھ انسانی تعلق میں تغیر پیدا نہ ہونے دینے کے لئے ضروری ہے اور اس تغیر سے انسان انسانیت کے فن میں کمال پیدا کرتا ہے جس طرح سدھانے والے کے گرد چکر دوڑ کر گھوڑا گھوڑے کی قابلیتوں میں کمال حاصل کرتا ہے اور اسی کمال کے مختلف ٹکڑے ترقی کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔

غرض آیت مذکورہ بالا میں یہ امر واضح کیا گیا ہے کہ صفات باری تعالیٰ میں ہر وقت ایک نئی تبدیلی پیدا ہوتی رہتی ہے اور اس تبدیلی کے ساتھ انسان کو بھی اپنے اندر صفاتِ باری کے موجودہ دور کے مطابق تبدیلی کرنی پڑتی ہے اور اس سے بنی نوع انسان کا قدم ترقی کی طرف اٹھتا ہے

دنیا کی تاریخ

پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار میں بنی نوع انسان کا قدم ترقی کی ایک خاص جہت کی طرف اٹھا ہے۔ کسی وقت فلسفہ کا دور آیا ہے تو کسی وقت فنونِ لطیفہ کا کسی وقت قانون سازی کا دور آیا ہے تو کبھی دفعتاً تہور و شجاعت کا۔ غرض اچھے انسانی دماغوں میں ہر زمانہ میں ایک ہم آہنگی معلوم ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم بالا کی کشش ہر زمانہ کے اعلیٰ دماغوں کو اس زمانہ کے صفاتی دور کی طرف کھینچنے میں لگی رہتی ہے اور اس فن میں انسانی دماغ زیادہ ترقی کر جاتا ہے جس طرف کہ صفاتِ باری اس وقت اشارہ کر رہی ہوتی ہیں۔ قرآن کریم نے اسے "ملاءِ اعلیٰ" کی مشاورت کا نام دیا ہے۔ یہ آسمانی فیصلے جس طرح روحانی امور سے متعلق ہوتے ہیں اسی طرح دنیوی علوم کے متعلق بھی ہوتے ہیں۔ اور وہ دماغ جو اپنا زاویہ صفاتِ باری کے موجودہ زاویہ کے عین مطابق کر دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اپنے زمانے کے اور اپنے فن کے امام بننے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور تاریخ میں ایک نام پیدا کر لیتے ہیں۔

اس کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

دعائے استخارہ

سے اشارہ کیا ہے۔ انسان بے شک اپنی محنت کا پھل پاتا ہے لیکن بے موسم محنت بھی تو رائیگاں جاتی ہے۔ شاید ہر فصل ہر موسم میں بویا جا سکتا ہے۔ اور نہ کچھ [illegible] سے حاصل کی جا [illegible] ہے۔ لیکن وہ جو اپنے موسم میں بویا جاتا ہے اس کی کیفیت ہی اور ہوتی ہے اسی طرح شاید غلہ ہر ملک میں بویا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ غلہ جو اس ملک میں بویا جاتا ہے جس کی زمین کو اس غلہ سے مناسبت ہے اس کی کیفیت ہی اور ہوتی ہے۔ ہر انسان کے لئے علم کا حاصل ہونا اور ہر قسم کا کام کرنا ممکن ہے لیکن ہر فن میں ہر شخص کا صاحبِ کمال ہونا ضروری نہیں۔ اس کے دماغ کی مخفی قابلیتوں کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے وہی جانتا ہے کہ مختلف مفید علوم میں سے کونسا کام اس کی طاقتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور اس کے زمانہ اور اس کے ملک اور اس کی قوم کی ضرورتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کے لئے مناسب ہے۔ پس فرمایا کہ خواہ اچھے سے اچھا کام ہو اس کے شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کر لیا کرو جس کے الفاظ آپ نے یہ تجویز فرمائے ہیں:-

> اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ
> وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ
> وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ
> الْعَظِیْمِ۔ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا
> اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ
> عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ
> كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ
> خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ
> وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْهُ لِیْ
> وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ
> فِیْهِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ
> اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ
> وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ
> فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ
> وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ
> ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ

یعنی اے میرے رب جو کام میں کرنے لگا ہوں۔ یا جو علم میں حاصل کرنے لگا ہوں یا جو ذمہ داری میں اٹھانے لگا ہوں اس کے بارہ میں تجھ سے جو میری مخفی طاقتوں سے بھی واقف ہے۔ اور میری ذاتی و قومی، ملی اور ملکی ضرورتوں اور فرائض سے [illegible] بھی واقف ہے۔

سب سے بہتر فیصلہ

طلب کرتا ہوں۔ اور پھر تجھ سے یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ اس فیصلہ کے مطابق مجھے کام کرنے کی تجھ سے توفیق اور امداد حاصل ہو۔ اور تیسری بات تجھ سے یہ طلب کرتا ہوں کہ جو میرے لئے مناسب ہو اس کی طرف تو میری راہ نمائی کرے۔ اور جس کے حاصل کرنے کے لئے تو میری مدد کرے۔ اس کام یا اس ذمہ داری کے ادا کرنے میں تیرا انتہائی فضل مجھ پر نازل ہو۔ اور میں اس کام میں ادنیٰ مقام پر معلق نہ کروں۔ بلکہ مجھے اس میں

اعلیٰ مقام حاصل ہو

میں تجھ سے یونہی اور بلا وجہ درخواست نہیں کرتا۔ بلکہ اس وجہ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ مجھے یقین ہے کہ جن امور کے پورا کرنے کی مجھے طاقت حاصل نہیں تجھے ہے۔ اور جن مخفی باتوں کا مجھے علم نہیں تجھے ہے پس اے خدا اگر تیرے علم میں وہ کام جو میں کرنا چاہتا ہوں۔ میرے لئے اچھا ہے۔ میری دینی ضرورتوں کے لحاظ سے بھی اور اس لحاظ سے بھی کہ جو طاقت اور محنت میں اس کام میں خرچ کروں گا۔ اس کا نتیجہ مجھے زیادہ سے زیادہ اچھا حاصل ہو سکے گا۔ تو پھر تو تو اس کام کے کرنے کی مجھے توفیق عطا فرما۔ اور اس کام کو

اعلیٰ درجہ کی تکمیل

تک پہنچانے کے لئے مجھے سہولت بخش اور اس کے نتائج کو میرے لئے وسیع سے وسیع تر بنا۔ اور اگر اس کے برخلاف تیرے علم میں یہ ہو کہ یہ کام میرے لئے مناسب نہیں۔ دین کے لحاظ سے یا دنیا کے لحاظ سے یا اس لحاظ سے کہ میری محنت کے مطابق اس سے نتیجہ پیدا نہ ہوگا۔ تو تُو اس کام کے راستہ میں روکیں ڈال دے۔ اور میرے دل میں بھی اس سے بے رغبتی پیدا کر دے اور اس کے سوا جس امر میں میرے لئے بہتری ہے۔ اس کے سامان میرے لئے پیدا کر دے۔ اور اس کی طرف میری توجہ پھیر دے اور اس کی خواہش میرے دل میں پیدا کر دے۔

ہر شے عاکستی کا قائل ہے

اور اس میں کیسی لطیف پیرایہ میں۔ اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ ہر اچھا کام ہر زمانہ اور ہر انسان کے لئے مفید نہیں ہوتا۔ بلکہ اچھے سے اچھا کام بھی بعض زمانوں میں اچھا نہیں رہتا۔ اور اچھے سے اچھا کام بھی بعض قوموں اور بعض افراد کے لئے اچھا نہیں ہوتا۔

پس اچھا محنت کے نتائج سے اعلیٰ پھل حاصل کرنے کے لئے انسان کو وہ کام اختیار کرنا چاہیئے جو اس کے لئے اور اس کی قوم کے لئے اور بنی نوع انسان کے لئے اس زمانہ میں مفید ہو اور جسے اعلیٰ طور پر بجا لانے کی اس میں ذاتی قابلیت موجود ہو۔ اگر یہ نہ ہو تو اسے وہ کام یا علم کسی دوسرے بھائی کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور خود اپنے لئے اپنے مناسب حال کام یا علم تلاش کرنا چاہیئے۔ لیکن چونکہ بنی نوع انسان

انسان کی ترقی کا معاملہ

انسانی جدوجہد اور اس کی دماغی قابلیتوں کے علاوہ خدا تعالیٰ کی صفات کے ظہور کے موجود الوقت مرکز کے ساتھ بھی وابستہ ہے۔ اس لئے کسی کام کو شروع کرنے یا کسی علم کی تحصیل کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے بھی یہ دعا کرنی چاہیئے کہ اس زمانہ کے متعلق جو اس کی تجویز اور فیصلہ ہے۔ وہ اسے اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ تاکہ اچھا بیج اچھی زمین میں مناسب موسم میں پڑے یا اعلیٰ سے اعلیٰ کھیتی پیدا ہو اور زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو۔

جیسا کہ میں شروع میں بتا چکا ہوں

انسانی زندگی کی سب دلچسپیاں

ایک غیر متناہی تغیر سے وابستہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرتے ہوئے غیر متناہی تغیر کے سامان بھی اس کے ساتھ ہی پیدا کر دیئے ہیں۔ لیکن جب تغیر صحیح اصول پر ہو۔ تو وہ تغیر ترقی کا موجب ہوتا ہے۔ اور جب غلط اصول پر ہو تو تنزل کا موجب ہوتا ہے۔ لیکن سکون اپنی ذات میں ہمیشہ ہی تنزل کے سامان مخفی رکھتا ہے جو قوم ساکن ہو جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ نیچے ہی گرتی چلی جاتی ہے۔

پس ہمارے نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ یہ امر ہمیشہ اپنے مدنظر رکھیں کہ اس زمانہ میں سکون موت کا نام ہے جو کھڑا ہوگا۔ وہ مر جائے گا یا پیچھے کی طرف دھکیلا جائے گا۔ جو دوسرا نام موت کا ہی ہے پس انہیں چاہیئے کہ اپنی تعلیم کے ختم کرنے پر وہ ایک منٹ بھی یہ خیال نہ کریں۔ اب شاندان کے لئے آرام کا وقت آ گیا ہے۔ انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ آرام کا نہیں بلکہ کام کا وقت آ گیا۔

جیسا کہ میں اوپر کہہ آیا ہوں

اسلامی اصول کے لحاظ سے

ہر وقت انسان کے لئے آگے قدم بڑھانا ضروری ہے۔ اور اس کی ترقی اس بات کے ساتھ وابستہ ہے کہ وہ صرف قدم ہی آگے نہ بڑھاتے بلکہ اس جہت میں بڑھائے جس جہت کی طرف خدا تعالیٰ کی صفات اشارہ کر رہی ہوں۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جو کام کریں۔ دعا کر کے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر کریں۔ میں خصوصیت سے ان طلباء کو جنہوں نے یونیورسٹی کی تعلیم ختم کی ہے اور ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ ان کے فرض کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جب انہوں نے تعلیم شروع کی تھی تو انہیں یہ بات معلوم نہ تھی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر بڑے کام کے لئے استخارہ مقرر فرمایا ہے۔ اور شاید اپنے مضامین کا انتخاب کرتے وقت انہوں نے دعاؤں میں کوتاہی کی ہو۔ لیکن اب جبکہ ان کی پہلی منزل ختم ہو گئی ہے۔ اور دوسری منزل شروع ہونے والی ہے۔ جو شاید بہت سی منزلوں کا پیش خیمہ ہوگی۔ تو انہیں چاہیئے کہ وہ اسلام کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق خدا تعالیٰ سے دعا کر کے اپنے لئے راہِ عمل تجویز کریں۔

شاید بعض لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ

یونیورسٹی کی ڈگری

لینے والوں اور کالجوں کے طلباء کو مخاطب کرتے وقت یہ کیا راگ چھیڑ دیا گیا ہے۔ تو میں ایسے لوگوں سے کہتا ہوں کہ اسلام نام ہے خدا تعالیٰ اس کی قدرتوں اور اس کے نبیوں پر ایمان لانے کا۔ اگر ہم اپنے دعووں کی بنیاد اسلام پر رکھتے ہیں۔ تو ہم کو یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ ہم خدا پر یقین رکھتے ہیں۔ اور اس کی

زندہ قدرتوں پر ایمان

رکھتے ہیں۔ ورنہ ہمیں کسی الگ جتھے کے بنانے کی ضرورت کیا تھی۔ مسلمہ بناسپتی یہ کتنے ہی دوسرے مذاہب [illegible] رجبہ کے پیچھے جا سکتے ہیں۔ مگر اسلام نہیں۔ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ جو زندگی کے ہر شعبہ میں دخل انداز ہوتا ہے۔ اور ہمارے ہر فعل پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ اگر ہم اسلام کو ماننے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ تو ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ ہماری زندگی کے ہر شعبہ پر خدا اور اس کے رسول کو تصرف حاصل ہوگا۔ اور یہ بھی ماننا پڑے گا کہ دنیا کی ترقی اور تنزل میں اللہ تعالیٰ کے ارادہ کو بہت بڑا دخل حاصل ہے۔

اگر ہم ان باتوں پر یقین نہیں رکھتے تو ہم درحقیقت ایک مُردہ خدا کا مجسمہ پوجتے ہیں اور بت پرستوں سے زیادہ ہماری حیثیت نہیں اور ظاہر ہے کہ مُردہ خدا ایک مُردہ گھوڑے کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتا کیونکہ مُردہ گھوڑے کا چمڑا اور اس کی ہڈیاں تو کام آ سکتی ہیں لیکن مُردہ خدا کسی کوئی چیز بھی کسی کام میں نہیں آ سکتی۔ اگر ہم خدا تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں تو ہمیں ایک زندہ خدا پر یقین رکھنا ہوگا۔ اور اگر ہم ایک زندہ خدا پر یقین رکھتے ہیں تو ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ اس دنیا کے روزمرہ کے امور میں دخل رکھتا ہے اور ہماری ترقی کے ساتھ اس کی قدرتوں اور اس کے فضلوں کا بھی تعلق ہے اور ظاہر ہے کہ اگر ہم یہ یقین رکھیں گے تو پھر ہمیں اپنی کوششوں کے ساتھ اس سے استخارہ کرنے کی بھی ضرورت ہوگی اور یہی چیز ہے جس کو اسلام پیش کرتا ہے۔

پس میں ان نوجوانوں کو جو تعلیم سے فارغ ہو کر اپنی زندگی کے دوسرے مشاغل کی طرف مائل ہونے والے ہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے قانون کے مطابق سکون حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو بلکہ

ایک نہ ختم ہونے والی جدوجہد

کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور قرآنی منشاء کے مطابق اپنا قدم ہر وقت آگے بڑھانے کی کوشش کرتے رہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہو۔ کہ وہ آپ کو صحیح کام کرنے اور صحیح وقت پر کام کرنے اور صحیح ذرائع کو استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور پھر اس کام کے صحیح اور اعلیٰ سے اعلیٰ نتائج پیدا کرے۔

(الفضل مورخہ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۶۲ء)

اعلانِ نکاح

عزیزم مولوی عبد اللطیف صاحب ملکانہ فاضل ولد منور خاں صاحب ملکانہ ساکن عمالہ نگر حال قادیان کا نکاح مسرت سلطانہ بنت انوار محمد صاحب ساکن راٹھ ضلع ہمیرپور یو۔پی کے ساتھ ایک ہزار روپیہ حق مہر پر حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان نے ۲۰ر اکتوبر ۱۹۶۲ء بعد نماز عصر مسجد مبارک میں پڑھایا۔ احباب دعا فرمائیں کہ یہ رشتہ جانبین کے لئے خیر و برکت کا موجب ہو۔ آمین

(ایڈیٹر)

اسلام ـــ اور ـــ عیسائیت

ایک امریکی یونیورسٹی میں دلچسپ تبادلۂ خیالات

مکرم عبدالحمید صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم امریکہ

کچھ عرصہ ہوا یونیورسٹی آف سنٹرل اسٹیٹ امریکہ میں اسلام اور عیسائیت کے بارہ میں تبادلۂ خیالات کی ایک تقریب عمل میں آئی۔ اس تقریب میں شمولیت کی دعوت مسٹر تھامس صاحب پروفیسر آف تھیالوجی کی طرف سے مجھے موصول ہوئی تھی۔ پروفیسر صاحب موصوف زینیسے جو یہاں سے ۱۶ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس عاجز کو لینے کی غرض سے تشریف لائے۔ اور کارروائی کے اختتام پر خود ہی واپس چھوڑ بھی گئے۔ علاوہ طلباء کے چند ممتاز پروفیسروں نے بھی اس تبادلۂ خیالات میں حصہ لیا۔

سب سے پہلے حاضرین مجلس کو خطاب کرتے ہوئے اس عاجز نے جماعت احمدیہ کا تعارف کرایا۔ اور بتایا کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء جن کا ذکر کتاب مقدس کے عہدنامہ عتیق میں ہے برحق تھے۔ اور حضرت یحیٰی علیہ السلام اور یسوع خدا تعالیٰ کے راستباز نبی تھے۔ اس کے بعد مختصر تقریر کی جس میں خاکسار نے بتایا کہ بائیبل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے۔ لہذا ان کی تعلیم ناقص تھی۔ یگان کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم تمام بنی نوع انسان کی طرف مبعوث ہوئے اور اپنے ساتھ ایک کامل شریعت لائے۔ اور خدا تعالیٰ کے اس جلیل القدر آخری نبی کی بعثت کے بارہ میں کتاب مقدس کے عہدنامہ عتیق و جدید میں بے شمار پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے۔

یوحنا کی انجیل کے پہلے باب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی علماء نے یوحنا نبی سے مندرجہ ذیل تین سوالات کئے۔

(۱) کیا تو مسیح ہے؟

(۲) کیا تو ایلیاہ ہے؟

(۳) کیا تو وہ نبی ہے؟

ان تینوں سوالات کا جواب یوحنا نے نفی میں دیا۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مسیح ہونے کا خود دعویٰ کیا اور ایلیاہ کے بارہ میں بتلایا کہ یہ پیشگوئی یوحنا کے وجود میں پوری ہوئی۔ مگر تیسرے فرد کا ظہور جسے "وہ نبی" کہا گیا ہے۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بابرکت وجود سے ہوا۔ اگر یہ بات درست نہیں تو بتایا جائے کہ "وہ نبی" سے مراد کیا ہے؟

اس پر ڈاکٹر کنگزبری نے کہا کہ یوحنا نبی جسے اتنا بھی پتہ نہیں کہ وہ ایلیا ہے اس کی باتوں کو کیونکر صحیح سمجھا جائے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ یہ سوال تو مجھے کرنا چاہیئے تھا۔ مگر میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت یہودی تین نبیوں کا انتظار کر رہے تھے۔ ایلیاہ نبی۔ مسیح اور "وہ نبی"۔ اور اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے بتا دیجئے اس پر ڈاکٹر صاحب موصوف خاموش ہو گئے۔ میں نے تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے بتایا کہ "وہ نبی" سے کیا مراد ہے۔ چنانچہ میں نے بائیبل سے مندرجہ ذیل اقتباس پڑھ کر سنایا:

"میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔ اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا۔ تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔ لیکن جو گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جاوے گا اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہے اسے ہم کیونکر پہچانیں تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور اس کے کہے کے مطابق واقعہ پر راز ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں۔ بلکہ اس نبی نے وہ بات خود گستاخ بن کر کہی ہے۔ تو اس سے خوف نہ کرنا۔" (کتاب مقدس استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸ تا ۲۲)

مندرجہ بالا حوالہ کی تشریح کرتے ہوئے میں نے بتایا کہ "انہی کے بھائیوں میں سے" نبی برپا کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ نبی بنی اسمٰعیل میں سے ہوگا ورنہ الفاظ یوں ہوتے کہ ان ہی میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا؟ "تیری مانند نبی" سے مراد یہ ہے کہ وہ نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح صاحب شریعت (Law giver) ہوگا۔ اور بنی اسرائیلی نبیوں میں سوائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوئی اور نبی صاحب شریعت نہیں ہوا۔ اس پر ڈاکٹر کنگزبری نے فرمایا یہ غلط ہے۔ انہوں نے بائیبل سے ایک حوالہ پڑھ کر سنایا کہ عزرا اپنے ساتھ شریعت لائے ہیں۔ میں نے وہ حوالہ تو نہیں دیکھا مگر ڈاکٹر صاحب موصوف سے پوچھا کہ کیا اس شریعت سے مراد موسیٰ علیہ السلام کی شریعت ہے یا کوئی اور۔ تو وہ خاموش ہو گئے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ غلط ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور نبی بھی ان کے بعد شریعت لایا ہو سوائے اس کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ شریعت لائے اور اس طرح آپ کے ذریعہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مذکورہ بالا پیشگوئی پوری ہوئی۔ اس پر پھر ڈاکٹر کنگزبری صاحب نے فرمایا کہ یہ غلط ہے۔ باب استثناء کی پیشگوئی کو پورا کرنے والا نبی حضرت یرمیاہ تھے۔ میں نے عرض کی کہ آپ اعمال باب ۳ کی آیات ۲۰ تا ۲۴ حاضرین کو پڑھ کر سنائیں۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے حسب ذیل آیات پڑھ کر سنائیں۔

"اور وہ اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنی یسوع کو بھیجے۔ ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں۔ جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی برپا کرے گا جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا۔ اور یوں ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ بلکہ سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے کلام کیا۔ ان سب نے ان دنوں کی خبر دی ہے۔"

(اعمال باب ۳۔ آیات ۲۰ تا ۲۴)

مندرجہ بالا آیات پڑھنے کے بعد ڈاکٹر کنگزبری صاحب نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند" جس نبی نے آنا تھا وہ حضرت مسیح ناصری تھے۔ میں نے کہا کہ پہلے آپ فرماتے تھے کہ اس سے مراد عزرا نبی تھے۔ پھر آپ نے فرمایا اس سے مراد یرمیاہ نبی تھے اور اب آپ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت مسیح ناصری ہیں۔ آپ اتنی بے انصافی نہ کریں۔ خدا کے لئے ان الفاظ پر غور کریں۔ کیا ان آیات سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح ناصری دوبارہ اس وقت تک دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔ جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی میں بیان کردہ نبی برپا نہیں ہو جاتا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ خدا لگتی بات کہیں۔ کیا مندرجہ ذیل الفاظ کا کوئی اور مطلب ہو سکتا ہے۔

"ضرور ہے وہ (مسیح) آسمان میں اس وقت تک رہے۔ جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں؟"

میں نے ڈاکٹر صاحب موصوف سے پوچھا کہ آپ خود ہی بتائیں کہ "خدا نے اپنے پاک بندوں کی زبانی" کن چیزوں سے مراد وہ عظیم الشان پیشگوئی نہیں۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے "اپنی مانند" ایک نبی برپا ہونے کے بارہ میں کی تھی۔ اور سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے کلام کیا۔ ان سب نے ان دنوں کی خبر دی ہے۔ اس سے "موسیٰ کی مانند" نبی کے برپا ہونے کا زمانہ مراد ہے یا کچھ اور؟ اور اگر میری تشریح درست ہے۔ تو کیا آپ پھر بھی کہیں گے کہ "موسیٰ کی مانند" نبی برپا ہونے والا یسوع مسیح ہے؟ میری اس طرح جرح کرنے سے ڈاکٹر صاحب گھبرا سے گئے اور ان سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔

میں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بتایا کہ باب استثناء کی پیشگوئی میں موعود نبی کے بارہ میں ایک نشانی یہ تھی۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کی باتیں اس کا نام لے کر کہے گا چنانچہ میں نے قرآن شریف حاضرین کو دکھا کر بتلایا کہ یہ پیشگوئی بڑی وضاحت سے پوری ہوئی۔ قرآن شریف کی ۱۱۴ سورتیں ہیں سوائے ایک سورت کے باقی سب سورتیں خدا تعالیٰ کا نام لے کر شروع کی گئیں

اس کے بعد میں نے استثناء باب ۳۳ کی مندرجہ ذیل آیات پڑھ کر سنائیں۔

خداوند سینا سے آیا
اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا
وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا
اور وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ
آیا اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے
آتشی شریعت تھی۔

میں نے کہا سینا سے خداوند کا ظہور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وجود میں ہوا۔ اور شعیر سے خدا تعالیٰ کا ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود سے ہوا۔ کیونکہ شعیر فلسطین میں واقع ہے۔ اور کوہ فاران سے جلوہ گر ہونے والا نبی ہمارا پیارا آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ کیونکہ فاران مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پہاڑی ہے اس پر ڈاکٹر کنگزبری فرمانے لگے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام حوالہ مذکورہ میں نہیں ہے اور آپ اپنی طرف سے ان کا نام لے رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں نے یہ حوالہ پڑھتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام بھی لیا تھا مگر آپ نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ پھر میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لیا تو بھی آپ نے اعتراض نہ کیا۔ مگر جب میں نے حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ذکر کیا تو آپ نے اعتراض کر دیا۔ میں نے عرض کیا جس طرح سینا کے ذکر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت مراد ہے۔ شعیر کے ذکر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت مراد ہے اسی طرح کوہ فاران کے ذکر سے حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت مراد ہے اس کے بعد میں نے تقریر جاری رکھتے ہوئے بتایا کہ اس پیشگوئی میں یہ بھی درج ہے کہ وہ موعود نبی صاحب شریعت ہوگا اور دوسرے یہ کہ اس کے ساتھ دس ہزار قدوسی ہوں گے میں نے بیان اختصار کے ساتھ حضرت رسول مجتبیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت کی تاریخ بیان کی اور بتایا کہ فتح مکہ کے وقت حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ دس ہزار صحابہ تھے۔ پھر میں نے مندرجہ ذیل آیات پڑھ کر سنائیں۔

"میرا محبوب سرخ و سفید ہے۔
وہ دس ہزار میں ممتاز ہے"۔
(غزل الغزلات باب ۵ آیت ۱۰)
"اس کا منہ از بس شیریں ہے۔
ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے"۔
(غزل الغزلات باب ۵ آیت ۱۶)

مندرجہ بالا آیات کو استثناء باب ۳۳ کی بیان کردہ آیات کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی اس نبی کا ذکر ہے ہر دو جگہوں میں دس ہزار قدوسیوں کا ذکر ہے اور پھر جو لکھا ہے "ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے" یہ عبرانی زبان میں "محمدیم" کا ترجمہ ہے گویا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اسم گرامی ان آیات میں درج ہے۔ اس جواب پر ڈاکٹر کنگزبری صاحب اور ڈاکٹر ابن سین صاحب (Dr. Hugh Wade) نے تسلیم کیا کہ انجیل کے عبرانی نسخوں میں فی الواقع "محمد" درج ہے مگر ڈاکٹر کنگزبری صاحب نے فرمایا کہ اس سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صاحب مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ یہاں "محمد" کا لفظ فعل (verb) کی صورت میں مستعمل ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے مزید فرمایا کہ "محمد" کا لفظ عبرانی میں بھی اور عربی میں بھی "فعل" کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف عربی دان بھی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اگر فی الواقع عربی جانتے ہیں تو میں آپ کو "محمد" لفظ کے مصدر "تحمید" کی جو باب تفعیل میں سے ہے گردان پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔ آپ سمجھ جائیں گے کہ یہ فعل نہیں ہے چنانچہ میں نے گردان پڑھ کر سنا دی۔ ڈاکٹر صاحب پھر خاموش ہو گئے۔

اس کے بعد میں نے انگوروں کے باغ والی تمثیل کی تشریح کر کے بتایا کہ حضرت مسیح ناصری کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مبعوث ہونا تھا اور ان کے ذریعہ سے انگوروں کا باغ اسرائیل سے لے کر ایک اور قوم کو دیا جانا تھا۔ اور خدا تعالیٰ کی بادشاہی اسرائیلیوں سے چھین کر ایک اور قوم کو دی جانی تھی۔ چنانچہ وہ دوسری قوم ہم مسلمان ہیں اور کونے کے سرے کے پتھر سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔ اس تمثیل کو میں نے تفصیل سے پیش کیا۔ اس پر ڈاکٹر ابن سین صاحب نے فرمایا کہ آپ کہتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دشمنوں کو بری طرح ہلاک کر دیا۔ مگر حضرت مسیح ناصری نے خود ہلاک ہو کر ہم سب کو بچا دیا۔ لہٰذا حضرت مسیح کامیاب تھے اور آپ کے (حضرت) محمد (نعوذ باللہ) ناکام تھے۔ میں نے کہا کہ کیا امریکہ اور یورپ اور دیگر عیسائی ممالک میں جو اخلاقی اور مذہبی لحاظ سے مظاہرہ ہو رہا ہے آپ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ ہے اور کیا یہ لوگ آپ کی وجہ سے بچ گئے ہیں۔ اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب موصوف فرمانے لگے نہیں میری مراد صرف "سچے عیسائیوں" سے ہے۔ میں نے کہا کہ یہ جو انگوروں کے باغ کی تمثیل میں لکھا ہے "کہ وہ بدکاروں کو بری طرح ہلاک کرے گا" یہ فعل کامیابی پر دلالت کرتا ہے یا ناکامی پر۔ اس پر کہنے لگے کہ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو (نعوذ باللہ) عذاب کی صورت میں بھیجا ہو اور ان کے ذریعہ سے لوگوں کو سزا دینی مقصود ہو۔ میں نے کہا تو پھر آپ کو یہ ماننے میں کیا تامل ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت سے انگوروں کے باغ کے مالک کے آنے والا حصہ پورا ہو گیا ہے اور اگر آپ یہ بات مان لیں تو پھر حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے مشن میں کامیاب تھے کیونکہ اس پیشگوئی کی رو سے آپ کے ذریعہ سے دشمنوں کی ہلاکت مقدر تھی۔ اور آپ کے ذریعہ سے دشمن ہلاک ہو گئے۔ اس پر ڈاکٹر ابن سین صاحب فرمانے لگے کہ خدا محبت ہے اور خدا کی محبت نے چاہا کہ اس کا بیٹا دنیا میں آئے اور ہمارے لئے وہ ہلاک ہو۔ میں نے عرض کیا کہ اگر یہ درست ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہو گئے اور خدا تعالیٰ نے ان کو مرنے سے نہیں بچایا تو اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا محبت نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے سٹیفن نیل کی کتاب "دی کرسچین گاڈ" میں سے ایک اقتباس پڑھ کر سنایا۔

میں نے عرض کیا کہ اس حوالہ کی موجودگی میں کیا یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پھانسی پر ہلاک ہو جانے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ محبت ہے؟ اس پر ڈاکٹر Hugh Wade صاحب فرمانے لگے کہ حضرت مسیح ناصری جسمانی طور پر ہلاک ہو گئے مگر خدا تعالیٰ نے انہیں روحانی لحاظ سے بچا دیا اور نہ صرف یہ کہ انہیں خدا نے بچایا بلکہ ان کے ذریعہ سے ہمیں بھی بچا دیا۔ میں نے عرض کیا پہلے ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ کیا مندرجہ بالا حوالہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے بچانے سے مراد روحانی طور پر بچانا ہے یا جسمانی طور پر بچانا ہے۔ چنانچہ میں نے صاحب موصوف سے پوچھا کہ آپ بتائیں کہ اس حوالہ میں جس تمثیل کا ذکر ہے اس میں زخمی آدمی کو روحانی طور پر بچایا گیا تھا یا جسمانی طور پر۔ کہنے لگے کہ دونوں طور پر۔ میں نے عرض کیا پھر اس سے کیا یہ مراد نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی خدا تعالیٰ نے دونوں طور پر بچانا تھا یعنی جسمانی اور روحانی طور پر۔ ورنہ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ محبت ہے۔ اس پر آپ لاجواب ہو گئے۔

ڈاکٹر ابن سین صاحب نے فرمایا کہ بائیبل میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھ کر وفات پا گئے اور پھر خدا تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا۔ (حضرت) محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو بعد میں تشریف لائے قرآن میں لکھ دیا کہ آپ صلیب پر نہیں مرے۔ اس پر ڈاکٹر کنگزبری پھر بولے اور فرمایا کہ "تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر مارے گئے"۔ مگر آپ کے قرآن نے "تاریخ" کے خلاف یہ بات کہہ دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ قرآن میں یہ بھی لکھا ہے کہ تثلیث کا عقیدہ غلط ہے یہ عقیدہ قرآن سے پہلے عیسائیوں میں یونانی توہمات سے پیدا ہو چکا تھا۔ چنانچہ میں نے تاریخ کی ایک کتاب جو عیسائی مصنفین نے بڑی تحقیق اور تدقیق کے بعد تحریر کی تھی میں سے ایک حوالہ پڑھ کر سنایا۔

اس پر ڈاکٹر ابن سین صاحب فرمانے لگے کہ یہ کتاب ان کی لائبریری میں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جس طرح عیسائیوں میں تثلیث کا عقیدہ بعد میں پیدا ہوا اسی طرح یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گنہگاروں کی خاطر خدا تعالیٰ کی راہ میں سولی پر جان دے دی تھی بعد میں پیدا ہوا۔ چنانچہ اسی کتاب میں سے ایک اور حوالہ میں نے پڑھ کر سنایا۔

جب میں نے یہ حوالہ پڑھا تو ڈاکٹر کنگزبری صاحب فرمانے لگے کہ بائیبل میں صاف لکھا ہے کہ حضرت مسیح نے صلیب پر جان دے دی۔ میں نے عرض کیا کہ اگر یہ بات تسلیم کی جاوے تو نعوذ باللہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ آپ لعنتی موت مرے۔ اور دوسرے آپ کی ایک پیشگوئی سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ انہیں حضرت یونس کی طرح بچائے گا چنانچہ حضرت مسیح نے فرمایا۔

"اس زمانہ کے بُرے اور زناکار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا کیونکہ جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا"۔
(متی باب ۱۲ آیت ۳۹، ۴۰)

اب اگر یہ تسلیم کیا جاوے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر مر گئے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی مندرجہ بالا پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اور اس طرح آپ کی صداقت پر حرف آتا ہے۔ اس پر ڈاکٹر ابن سین صاحب نے فرمایا کہ اس تمثیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تین دن رات حضرت یونس علیہ السلام کی طرح زمین میں ہی رہنا تھا۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ زمین میں اسی طرح زندہ رہیں جس طرح حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے میں نے ان سے سوال کیا کہ کیا مچھلی کے پیٹ میں تین دن زندہ رہنا ایک غیر معمولی بات نہیں۔ انہوں نے کہا ہاں یہ غیر معمولی بات ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کیا اس غیر معمولی بات سے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ حضرت یونس علیہ السلام کے لئے ایک خدائی نشان تھا۔ انہوں نے فرمایا ہاں یہ نشان معلوم ہوتا ہے۔ تو پھر میں نے کہا یہی وہ نشان ہے جو حضرت مسیح نے دکھانا تھا۔ چنانچہ آپ بھی صلیب پر نہیں مرے۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر کر زندہ ہو گئے اور یہ ان کا نشان تھا۔ میں نے کہا کہ یہودی ان سے کیا نشان طلب کرتے تھے۔ کیا مر کر زندہ ہونے کا نشان یا صلیب پر نہ مرنے کا نشان۔ اس پر انہوں نے تو جواب نہ دیا۔ مگر میں نے عرض کیا کہ بائیبل میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب

درخواست دعا۔ خاکسار امسال امتحان ادیب ماہر پنجاب میں شریک ہو رہا ہے۔ یہ امتحان ماہ نومبر میں منعقد ہوگا۔ احباب جماعت اور درویشان قادیان دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے اعلیٰ نمبروں پر کامیاب فرمائے۔ آمین۔ خاکسار محمد احمد احمدی ڈاکخانہ

پر چڑھایا گیا تو بعض دیکھنے والوں نے کہا
"اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اتر آ"۔
گویا وہ یہی نشان طلب کرتے تھے کہ حضرت مسیح صلیب پر نہ مریں۔ چنانچہ یہ نشان ان کو دکھایا گیا۔ پھر میں نے بائبل سے تمام وہ حوالہ جات پڑھ کر سنائے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے لیکن جب میں نے انجیل سے مندرجہ ذیل حوالہ پڑھا

"مگر ان میں سے ایک سپاہی نے بھالے سے اس کی پسلی چھیدی اور فی الفور اس سے خون اور پانی بہ نکلا"

تو ڈاکٹر گنزری صاحب نے فرمایا۔ کہ آپ ڈاکٹری نقطۂ نگاہ سے ثابت کریں۔ کہ ایک مردہ جب بھالے سے چھیدا جائے تو اس کے جسم سے خون سے پانی نکل سکتا ہے۔ تو اس کے جواب میں میں نے کہا پہلے تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا مردہ کے جسم سے خون اور پانی نکل سکتا ہے۔ اس پر خاموشی طاری ہو گئی۔ پھر میں نے کہا۔ آپ یہ تو سوچیں کہ یہ خون اور پانی کے نکلنے کا واقعہ کیا۔ اس لئے مذکور ہوا ہے کہ یہ ثابت کیا جاوے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام صلیب پر مر گئے تھے یا کچھ اور ثابت کرنے کے لئے یہ حوالہ درج کیا گیا ہے۔

اس پر ڈاکٹر صاحب فرمانے لگے کہ یہ الفاظ استعارہ کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کیا سپاہی کا لفظ بھی استعارۃً استعمال ہوا ہے۔ اور بھالے کا لفظ بھی اپنے حقیقی معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ تو اس پر ہر دو ڈاکٹر صاحبان خاموش ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ اس گفتگو سے طلباء اور پروفیسر صاحبان بہت متاثر ہوئے۔ ڈاکٹر این سین نے فرمایا۔ کہ وہ ایک بار پھر مجھے دعوت دیں گے۔ تمام پروفیسروں نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ہم نے آپ کی گفتگو سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔

تھامپسن صاحب بہت ہی متاثر تھے بعد میں فرمانے لگے کہ آپ کی جماعت کی ترقی کے یہاں بہت امکانات ہیں۔ بشرطیکہ اشتہار کے ذریعہ سے کافی پروپیگنڈا کیا جاوے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ غیب سے اسلام اور احمدیت کی کامیابی کے سامان پیدا کرے۔ اور لوگوں کے دلوں کو حق کے قبول کرنے کے لئے کھول دے۔ آمین ثم آمین۔

ربوہ میں خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کے سالانہ اجتماعات

ربوہ ۲۴ر اکتوبر۔ کل مورخہ ۲۳ر اکتوبر بروز جمعۃ المبارک یہاں دعاؤں اور ذکر الٰہی کی مخصوص روایات کے ساتھ اطفال الاحمدیہ اور خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماعات شروع ہوئے اطفال کے اجتماع کا افتتاح صبح ۱۰½ بجے محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے کیا اور خدام کے اجتماع کے افتتاح کا اعلان محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ نے پونے تین بجے سہ پہر کے قریب فرمایا۔ اطفال کا یہ بائیسواں اور خدام کا ۲۳واں سالانہ اجتماع ہے۔ خدام کے اجتماع کے افتتاحی اجلاس میں ۱۸۹ مجالس کے ۲۳۷۷ خدام شریک ہوئے۔

اطفال کے اجتماع کا افتتاح کرتے ہوئے محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اطفال کو خطاب بھی فرمایا۔ جس میں آپ نے انہیں یاد کرایا کہ وہ صرف بچے ہی نہیں بلکہ احمدی بچے ہیں جن کے روحانی باپ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں ان کے روحانی باپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اس لئے انہیں اپنے آپ کو ایسا بنانا چاہیئے جیسا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں بننے کی تلقین فرمائی ہے۔ اور وہ یہی ہے کہ وہ سچے دیندار اور دین کے خدمتگذار بن کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔

خدام کے سالانہ اجتماع کا افتتاح کرتے ہوئے محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے خدام کو تلقین فرمائی کہ وہ اپنے مقام اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور ایسے اعمال بجا لائیں کہ وہ ذمہ داریاں باحسن وجوہ پوری ہو کر انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو کرنے کا موجب بن سکیں۔

ہر دو مجالس کے اجتماع اپنی روایتی شان کے ساتھ تین روز جاری رہیں گے۔ جن میں پنجگانہ نمازوں کے علاوہ تہجد۔ دعاؤں۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی کے درس اور علمی ورزشی مقابلوں کے پروگرام بالخصوص شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان اجتماعات کو جماعت کے لئے ہر طرح بابرکت کرے۔ آمین۔

بہشتی مقبرہ

(یعنی)

جماعت احمدیہ کے پاک لوگوں کی آخری خوابگاہ

"نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ اُنْزِلَ فِیْھَا کُلُّ رَحْمَۃٍ"
(حضرت مسیح موعودؑ)

از محترم قریشی عبدالرحمٰن صاحب قائم مقام سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

اگرچہ ہر انسان کی موت کا وقت معین ہے مگر کوئی نہیں جانتا کہ کب اسے قضا و قدر کے آگے سر تسلیم خم کر کے خدا تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونا پڑے۔ انسان کو اکثر اوقات لمبی امیدیں غلط فہمی میں مبتلا رکھتی ہیں کہ ابھی کافی عمر پڑی ہے مگر اچانک حادثات اور غیر متوقع آفات جن کا کسی شخص کو علم نہیں ہوتا پیش آ کر اس غلط فہمی کو دور کر دیتی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ حقیقت اپنی تحریرات اور ملفوظات میں بارہا بیان فرمائی ہے اور جماعت کو متعدد مرتبہ اس طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ دنیا سے زیادہ اپنا دل مت لگائے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

"ہم سب کے سب عمر کی ایک تیز رفتار گاڑی پر سوار ہیں اور مختلف مقامات کے ٹکٹ ہمارے پاس ہیں۔ کوئی دس برس کی منزل پر اترتا ہے کوئی بیس اور کوئی تیس اور بہت ہی کم اسّی برس کی منزل پر۔ جبکہ یہ حال ہے تو پھر کیا بد نصیب وہ انسان ہے کہ وہ اس وقت کو جو اس کو دیا گیا ہے کچھ قدر نہ کرے اور اس کو ضائع کر دے۔ کسی کو کیا معلوم ہے کہ ظہر کے بعد عصر کے وقت تک زندہ رہے بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ ایک دفعہ ہی دوران خون بند ہو کر جان نکل جاتی ہے۔ بعض دفعہ چنگے بھلے آدمی مر جاتے ہیں۔ وزیر محمد حسن خان صاحب ہوا خوری کر کے آئے تھے اور خوشی خوشی زینہ پر چڑھنے لگے۔ ایک دو زینہ چڑھے ہوں گے کہ چکر آیا۔ بیٹھ گئے۔ نوکر نے کہا کہ میں سہارا دوں۔ کہا۔ نہیں۔ پھر دو تین زینہ چڑھے۔ پھر چکر آیا اور اسی چکر کے ساتھ جان نکل گئی۔ ایسا ہی غلام محی الدین کونسل کشمیر کا ممبر یکدفعہ ہی مر گیا۔" (الحکم جلد ۱۲ نمبر ۲۶)

اسی طرح ایک اور موقعہ پر حضور فرماتے ہیں:۔

"ان لوگوں پر مجھے تعجب آتا ہے جو زندگی پر اعتبار کرتے ہیں۔ بعض دفعہ انسان پر آنی موت وارد ہو جاتی ہے ایک شخص بڑے مرزا صاحب کے پاس آیا۔ انہوں نے اس کی نبض دیکھ کر کہا کہ فوراً گھر چلے جاؤ اور پاس والوں کو کہا کہ اگر کسی نے مردہ چلتا ہوا دیکھنا ہو تو اس کو دیکھ لے۔ وہ گھر پہنچ کر فوراً مر گیا۔ ایسا خلیفہ محمد حسین چنیالہ والے کچہری سے گھر جا کر ایک زینہ پر گرے۔ اٹھے اور دوسرے پر گرے اور جان نکل گئی۔" (بدر ۵۔ ۱۰۔ ۲۰)

غرض انسانی زندگی نہایت ناپائیدار ہے اور کوئی انسان دعوے سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ اتنے عرصہ تک ضرور زندہ رہے گا۔ جب حال یہ ہے تو وہ شخص کس قدر کوتاہ اندیش ہے جو ذخیرۂ آخرت کو فراہم کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اور اس دنیا کی فانی اشیاء سے اس طرح دل لگا کر بیٹھا ہے کہ گویا اس نے کبھی مرنا ہی نہیں۔ تعجب اور ہزار تعجب کہ انسان تقریباً روزانہ دوسروں کو مرتے دیکھتا ان کے جنازے پڑھتا اور انہیں اپنے سامنے زمین میں مدفون ہوتے دیکھتا ہے مگر اسے یہ خیال نہیں آتا کہ اس کی اپنی بھی یہی حالت ایک دن ہوگی۔ کاش لوگ سمجھتے کہ ہمیشہ دنیا کو ہرگز بقا نہیں ؎

اک دن تمہارا لوگ جنازہ اٹھائیں گے ٭ پھر دفن کر کے گھر کو تأسف سے آئیں گے

مجھے بہت تعجب ہے کہ جو دوسروں پر ایسی حالت وارد ہوتی دیکھ کر اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ مگر ایک مومن اور احمدی مومن کی یہ حالت نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں السعید من وعظ بغیرہٖ۔ یعنی سعید فطرت انسان (مومن) وہ ہے جو دوسروں پر وارد شدہ حالات سے نصیحت حاصل کرے۔

پس جب موت کا کوئی وقت مقرر نہیں اور ہر انسان کے لئے جو دنیا میں آیا ہے اس راستہ سے گذرنا یقینی ہے تو کیا آپ نہیں چاہتے کہ جب آپ اس دنیا کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں تو آپ کی روح اللہ تعالیٰ کے انعامات سے نوازی جائے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی محبت کا مقام نصیب ہو۔ اگر آپ کا جواب اثبات میں ہے تو آیئے میں آپ کو اس کا طریق بتاؤں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے ماتحت مقبرہ بہشتی قائم فرمایا۔ اور اس کے متعلق خدا تعالیٰ نے حضورؑ کو متعدد بشارات دیں چنانچہ فرمایا کہ میری کوئی رحمت ایسی نہیں جس سے اس قبرستان میں مدفون ہونے والوں کو حصہ نہیں ملے گا۔ اس سے بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس مقبرہ میں مدفون کس قدر خوش قسمت ہیں اور انکی پاکیزہ ارواح کس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے سایہ میں آ چکی ہیں۔

ایھا الاحباب! مقبرہ بہشتی کا یہ دروازہ بند نہیں ہوا۔ بلکہ آج بھی کھلا ہے۔ اور اس دروازہ میں داخل ہونے والے آج بھی داخل ہو رہے ہیں۔ کیونکہ اس کے متعلق بشارت موجود ہے کہ جو لوگ یہاں دفن ہوں گے وہ یقینی اور قطعی جنتی ہیں۔ اب گو موت کا صدمہ بہت ہی تلخ ہوتا ہے لیکن اگر وفات کے بعد کسی کا جسم اس خاک پاک میں مدفون ہو جاتا ہے تو یہ امر بھی اعزا کے لئے بہت حد تک موجب تسکین ہوتا ہے۔

پس اس مقبرہ میں تدفین نہ صرف مرنے والے کی عزت و تکریم کا باعث ہے بلکہ پسماندگان کے لئے بھی ایک گونہ مسرت کا موجب ہے اور خوش قسمت ہاں بہت ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جنہوں نے وصیت کی اور جو باقاعدگی اور بدادرست سے چندہ وصیت ادا کرتے رہتے ہیں۔ مگر کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ اس نعمت عظمیٰ سے جماعت کا بہت بڑا حصہ ابھی تک محروم ہے۔ اور باوجودیکہ اس تحریک وصیت پر قریباً ساٹھ سال گذر رہے ہیں۔ ابھی تک موصیوں کی تعداد صرف چند ہزار تک پہنچی ہے۔

پس اے بھائیو! ہر ایک مخلص احمدی کا فرض ہے کہ نہ صرف وہ خود وصیت کرے بلکہ اپنے عزیزوں، دوستوں اور رشتہ داروں کو بھی وصیت کرنے کی تحریک کرے اور ان سے وصیت کروائے۔ نظارت بہشتی مقبرہ اس کے متعلق ہر قسم کی معلومات بہم پہنچانے کے لئے تیار ہے۔ مجوزہ فارم بھی جن پر وصیت تحریر کی جاتی ہے۔ اس نظارت سے مل سکتے ہیں۔ صرف ہمت اور ارادہ کی ضرورت ہے۔ پس اٹھو اور اپنے

لئے جیتے جی جنت میں گھر بنا لو

نظارت دعوۃ و تبلیغ کی مطبوعات

۱۔ قبر مسیح	نئے پیسے ۶۲	۔۔ ۰	روپے
۲۔ مسیح کہاں فوت ہوئے انگریزی	۰۰	۔۔ ۲	"
۳۔ مسیح ہندوستان میں	" ۷۵	۔۔ ۱	"
۴۔ ستیہ دھرم اتحاد کا گلدستہ اردو	۰۰	۔۔ ۲	"
۵۔ جیوتیس تکمیل گورمکھی	۰۰	۔۔ ۲	"
۶۔ اسلامی اصول کی فلاسفی ہندی	۰۰	۔۔ ۳	"
۷۔ لائف آف محمدؐ "	۰۰	۔۔ ۴	"
۸۔ پارہ اول "	۷۵	۔۔ ۰	"
۹۔ مولوی مودودی کے رسالہ "ختم نبوت" پر علمی تبصرہ اور ان سے چند سوالات	۰۰	۔۔ ۱	"
۱۰۔ مولانا مودودی کے بیان پر صدر انجمن احمدیہ کا تبصرہ	۷۵	۔۔ ۰	"
۱۱۔ دعوۃ الامیر اردو	۰۰	۔۔ ۳	"
۱۲۔ تبلیغ ہدایت	۰۰	۔۔ ۲	"
۱۳۔ ختم نبوت کی حقیقت	۷۵	۔۔ ۰	"
۱۴۔ شان خاتم النبیین	۵۰	۔۔ ۱	"

علاوہ خرچ ڈاک

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

شکریہ احباب

میرے بچے عزیزم عبد الحمید کی تشویشناک بیماری پر بہت سے دوستوں اور عزیزوں کے خطوط دریافت حال کے لئے آ رہے ہیں۔ میں سب احباب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرے عزیز بچے کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھا اور خیریت بھی دریافت فرمائی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

الحمد للہ کہ اب بچے کو دورے نہیں پڑتے۔ قریباً بارہ دن سے اس قسم کے دوروں سے بکلی آرام ہے۔ البتہ سینے اور پیٹ میں درد بدستور ہے۔ جہاں سے یہ مرض شروع ہوا تھا۔ علاج جاری ہے۔ احباب سے دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ بچے کی کامل و عاجل شفایابی، درازی عمر اور خیر و برکت کی زندگی کے لئے دعا فرمائی جائے۔ اللہ تعالیٰ سب دوستوں کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

خاکسار محمد عبد اللہ ساون ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

منقولات

گرانی اور بے دینی

مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی اپنے مؤقر پرچہ صدق جدید مجریہ ۲ر اکتوبر میں "باتوں کے" زیر عنوان ملک میں گرانی کے ساتھ ساتھ ہر طرف پھیل رہی شدید بے دینی کو نہایت جامع طریق پر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"کسی پر شما کا ذکر نہیں، یوپی کی سب سے زیادہ ذمہ دار شخصیت۔ وزیر اعلیٰ کا بیان ایک بار نہیں۔ بار بار آ چکا ہے کہ ریاست اس وقت شدید ترین گرانی کی گرفت میں ہے۔ نوبت اگر فاقہ کشی کی نہیں تو نیم فاقہ کشی کی ضرور آ رہی ہے۔ صوبہ کے مشرقی علاقوں میں غلہ جو ابھی دو چار سال اُدھر سیروں کے حساب سے بک رہا تھا۔ اب پاؤ سے بھی نہیں، چھٹانکوں کے حساب سے جا رہا ہے۔ فلاں علاقے میں لوگ دن رات میں صرف ایک وقت کے کھانے پر گذر کر رہے ہیں۔ اور فلاں جگہ صرف کھیرا ککڑی کھا کر پیٹ کا دوزخ بھر رہے ہیں۔ اس قسم کے بیانات تو خود وزیر اعلیٰ اور دوسرے وزیروں کے آ چکے ہیں۔ اور اخباروں میں جو رپورٹیں نکل رہی ہیں۔ ان کی تو کچھ پوچھئے ہی نہیں۔ ماشاء اللہ پر راشن کی دوکانیں کھل گئی ہیں۔ اسی لکھنؤ شہر میں گیہوں روپیہ کا ۱۵ چھٹانک بکا۔ اور اس شہر میں دال اور چاول ۱۳ چھٹانک کے نرخ سے ہے۔ راشن کی دوکانوں پر وہ ہجوم رہتا ہے کہ جیسے میلہ لگا ہوا ہے۔ پھیلنے دھکم دھکا سے نوبت ہاتھا پائی مار پیٹ تک آ جاتی ہے۔ آج ایک لڑکا گھبرا کر گر پڑا۔ کل ایک ضعیفہ بیہوش ہو گئیں۔ ہر طرف ہائے ہائے مچی ہوئی ہے۔ ہر زبان نفسی نفسی پر کھلی ہوئی!

روایت، مشاہدہ، تجربہ سب اس صورت حال پر متفق، جو اخبار گرانی کو پیمانہ ترقی اور معیار زندگی کی بلندی کے مرادف قرار دینے پر مُصر تھے وہ تک اب ہائے ہائے کے ساتھ چیخنے چلانے پر مجبور ۔۔ لیکن دوسری طرف نظر اب ذرا اپنے تمثل پر ہو اور سلسلی بلکہ خاص مشرقی علاقہ کا کوئی سا بھی شہر لے لیجئے لکھنؤ، کانپور، بارہ بنکی، فیض آباد، گورکھپور، بنارس، اعظم گڈھ۔ جونپور کہیں بھی سینما بینی کا زور و شور کم ہوا ہے؟ کہیں سے بھی خبر آئی، کہ مقامی سینما گھر بند کرنے پڑے ہیں؟ راشن کی دوکانوں پر جو لمبی لمبی قطاریں اور آپس میں ہشت مشت دیکھنے میں آتی ہیں۔ کیا ان سے سینما گھروں کے آگے لگی ہوئی لمبی لمبی قطاریں کچھ کم ہیں؟ یا یہاں ٹکٹوں کے لئے کشمکش دھکم دھکا کچھ کم ہوتا ہے؟ ان چیزوں میں کمی کی رپورٹ کہیں سے آئی؟ دیہات میں جہاں جہاں نوٹنکیوں کا زور تھا وہ کچھ گھٹا؟ مشاعرے، میلے ٹھیلے مجروں کتنے جھمیلے کوئی بھی بند ہوئے؟ ریڈیو یا گانوں کے ذوق شوق میں کہیں کمی سنائی دی؟ ارباب نشاط کی دکانوں پر کہیں قفل پڑتے نظر آئے؟

۔۔ غرض فسق و نفس پرستی کی دنیا میں جس نے جو مقام اپنا بنا لیا تھا، وہاں سے وہ کچھ بھی ہٹا، سرکا، کھسکا؟ پیٹ سے بڑھ کر مار اور کس کی ہو سکتی ہے اور بھوک سے بڑھ کر کامل قومی و مؤثر انسان کے لئے اور کون ہو سکتا ہے۔ لیکن دیکھئے "ذوق نظر" "ذوق سماع" اور چنگ و رباب، طبلے سارنگی نے آج کے مہذب اور آرٹ نواز انسان کے حقیقی گہرے اور طبعی تقاضوں اور فطری طلب یا مانگ پر بھی کس درجہ غلبہ پا لیا ہے! خاک ایسی خشک زندگی پر جو رنگینی اور تردامنی سے خالی ہو۔ (صدق جدید ۲ر اکتوبر)

ایک اصلاحی آواز برطانیہ سے

ایک بڑی دلچسپ اور سبق آموز خبر برطانیہ سے یہ موصول ہوئی ہے کہ برطانوی صحافت کا بھی آخر ایک حصہ اپنے ہاں کی رائج و شائع سنسنی خیزی اور شہوانیت سے اکتا اٹھا ہے۔ اور اس نے صحافت میں ایک نئے تجربہ کی ٹھان لی ہے جس کا نصب العین خبر نہیں خیر اور بدی نہیں نیکی ہوگا! لیڈر کے نام سے ایک نیا روزنامہ اس نئے نصب العین کے ساتھ عنقریب نکلنے والا ہے۔ اور لیڈر لمیٹڈ کمپنی کی طرح پڑ گئی ہے۔ جس کے مالکوں کے ۴۰ ہزار ۸۰۰ حصے ایک ایک پونڈ قیمت پر فروخت ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ کمپنی کے پراسپکٹس میں الفاظ کچھ اس طرح کے درج ہیں کہ ملک کا اخلاقی معیار پستی کی انتہائی حد تک پہنچ گیا ہے۔ شہوانیت کی دبا عام ہو گئی ہے۔ اور نوعمر طبقہ اب اخبارہ میں ہر طرف جنسی ہیجان اور جنسی بحران تلاش میں لگ گیا ہے! نیا روزنامہ اس مذاق فاسد کی اصلاح کرے گا۔ اور پرچہ کو شرفیانہ اخلاق کا نمونہ بنائے گا ۔۔ پرچہ اپنے ان مقاصد میں کہاں تک کامیاب رہے گا۔ اس کا حال تو مستقبل ہی میں کھلے گا۔ سردست کمپنی کا اندازہ ہے کہ اب ایجنسی فی پرچہ کی قیمت سے ۸۰ ہزار کاپیاں روزانہ نکل جایا کریں گی۔ سب سے بڑھ کر دیکھنا یہ ہے کہ ہماری مشرقی صحافت اس مغربی صدائے اصلاح سے

درخواست دعا: میری بچی عزیزہ رشیدہ سلطانہ کئی سال سے متواتر کبھی ابھی کبھی مسلسل چلی آ رہی ہے۔ دواؤں میں اپنی حیثیت سے بھی زیادہ خرچ کر چکا ہوں مگر کلی صحت نہیں ہوئی۔ اسلئے قادیان کے بزرگوں اور درویشوں اور قادیان کے تمام دوستوں سے گذارش ہے کہ میری عزیزہ موصوفہ کی کامل صحت و تندرستی کیلئے دعا فرمائیں ... اور پریشانی میں مبتلا ہوں انکے دفع کیلئے بھی دعا فرمائیں۔ خاکسار محمد اکبر ضلع لکھیم پور

ایک تاریخی جائزہ

حضرت علیؓ کا بیعتِ ابوبکرؓ سے تخلف

(از مکرم سید مسعود احمد صاحب ربوہ)

اکثر اہلِ اسلام بعض تواریخ کے زیرِ اثر اس بات کو درست تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب خامۃ المسلمین نے حضرت ابوبکرؓ کو اتفاقِ رائے سے آپؐ کا جانشین اور خلیفہ تسلیم کیا اور آپؓ کی اطاعت کا حلف اٹھایا تو بنی ہاشم کے بعض افراد بشمول حضرت علیؓ نے آپ کی بیعت نہ کی۔ اور بیعت سے رُکنے کی وجہ یہ تھی کہ بوجہ رسولِ اکرمؐ سے قرابت کا تعلق رکھنے کے حضرت علیؓ خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے اہلِ بیعت میں نہ ہونے کی وجہ سے آپ کو خلافت کے منصب پر فائز دیکھنا پسند نہ کرتے تھے اسی حالت میں ابوبکرؓ کی خلافت پر چھ ماہ سے زائد عرصہ گذر گیا۔ اور حضرت فاطمہؓ بھی وفات پا گئیں۔ آپ کی وفات کے بعد خامۃ المسلمین کی توجہ حضرت علیؓ کی طرف سے ہٹ گئی اور اس بات سے مایوس ہو کر بامرِ مجبوری حضرت علیؓ خلافتِ ابوبکرؓ کے دامن سے وابستہ ہو گئے" (طبری جلد ۲ صفحہ ۴۴۸ ۔ مسعودی جلد ۲ صفحہ ۲۲۱ ۔ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۳۱ ۔ الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۱۹)

یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کو اکثر مورخین درست تسلیم کرتے ہیں مگر ساتھ ہی ہر صحیح العقیدہ مسلمان کے جذبات ان روایات سے مجروح ہوتے ہیں کیونکہ اگر یہ روایات درست ہیں تو حضرت علیؓ اور بعض دیگر افراد بنو ہاشم پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ان کا اسلام لانے سے اصل مقصد نعوذ باللہ رضاء الٰہی نہ تھا بلکہ اپنی وجاہت اور حصولِ اقتدار تھا لیکن جب ہم ان افراد کی زندگی پر مجموعی لحاظ سے ایک نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کے اکثر معاملات میں ان کا منتہائے نظر فقط خدائے واحد کی رضا اور اُسوۂ رسولؐ کی پیروی تھا۔ اگر یہ بات درست ہے اور تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ یہ درست ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے معاً بعد وہ ایثار و قربانی کے اس سبق کو جو انہیں اسلام نے سکھایا تھا بھول کر حصولِ اقتدار و حکومت کے لئے ایک دوسرے کے حریف بن گئے۔ لیکن ان روایات کو ہم فقط اس بناء پر بھی رد نہیں کر سکتے کہ ان کی وجہ سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ بلکہ صداقت پر پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس معاملہ کو ان اصولوں کے مطابق پرکھیں جو کسی تاریخی واقعہ کی صحت یا عدمِ صحت معلوم کرنے کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں۔

تاریخ کی کتب میں سے طبری اور اسی طرح حدیث کی مشہور کتاب صحیح مسلم میں ہمیں ایسی روایات ملتی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ حضرت علیؓ نے بیعت کرنے میں تاخیر کی تھی۔ ان روایات کو درست یا غلط قرار دینے سے قبل یہ ضروری ہے کہ ان روایات میں سے ہر روایت کا تجزیہ کیا جائے اور پھر کسی نتیجہ پر پہنچا جائے۔

طبری نے یہ واقعہ دو مختلف جگہوں پر دو مختلف سندوں سے روایت کیا ہے۔ ان دونوں میں سے پہلی روایت ابن حمید کی ہے۔ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ منتخب ہونے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

پہلی روایت: "جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ مدینہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ وہ تین دن کے بعد واپس آئے اس دوران میں کسی شخص کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ حضورؐ کے رُخِ مبارک سے کپڑا اُٹھائے یہاں تک کہ (نعوذ باللہ) آپ کے پیٹ کا رنگ تبدیل ہو کر مٹی کے رنگ کا سا ہو گیا تھا۔"

اس کے بعد سقیفہ بنو ساعدہ میں انصار کے اجتماع کا ذکر ہے اور اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور بعض دیگر مہاجرین نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ زبیرؓ نے تلوار کھینچ لی تھی لیکن حضرت عمرؓ نے انہیں زبردستی حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرنے پر مجبور کر دیا۔ (طبری جلد ۲ صفحہ ۴۴۳ ۔ ۴۴۴)

جہاں تک مندرجہ بالا روایت کے معیارِ صحت کا تعلق ہے وہ تو اس روایت کے ابتدائی حصہ ہی سے معلوم ہو جاتا ہے۔ جس میں یہ بیان ہے کہ حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تین روز بعد واپس آئے اور اس دوران میں (نعوذ باللہ) آپ کے پیٹ کا رنگ تبدیل ہو کر مٹی کے رنگ کا ہو جانا مذکور ہے۔ کیونکہ اس بارے میں اسلامی تاریخ کے تمام قدیمی ماخذ متفق ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت مدینہ سے کچھ دور سنح (طبری جلد ۲ صفحہ ۴۴۲) کے مقام پر تشریف لے گئے ہوئے تھے آپ کی وفات کی خبر سنتے ہی اسی روز واپس مدینہ پہنچ گئے (طبری جلد ۲ صفحہ ۴۴۲ ۔ ۴۴۳ ۔ ۴۴۴) اور اس بات پر تمام مورخین متفق ہیں۔

اسی طرح جب ہم آپؐ کے پیٹ کے رنگ بدلنے والی روایت کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ تو اس کی تصدیق ہمیں کسی اور روایت سے نہیں ہوتی۔ ان ہر دو امور کی بناء پر ہم یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں کہ یہ روایت حقیقت اور واقعہ کے بالکل خلاف ہے اور کسی نامعلوم ذریعہ سے تاریخ اسلام کے اوراق میں جگہ پا گئی ہے۔ اور انہی دو امور نے اس روایت کے اس حصہ کو بھی مشکوک، مشتبہ اور ناقابلِ یقین بنا دیا ہے جس میں حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کے بیعتِ ابوبکرؓ سے انکار کا ذکر ہے۔

دوسری روایت:۔ اس سلسلے میں اسلامی تاریخ کے اوراق میں جو دوسری روایت ہمیں نظر آتی ہے۔ وہ بھی طبری میں ہی درج ہے (طبری جلد ۲ صفحہ ۴۴۷ ۔ ۴۴۸)

یہ روایت بھی صحت کے معیار پر پوری نہیں اترتی۔ کیونکہ وہ سند جس کے ذریعہ یہ روایت مصنفِ کتاب تک پہنچی ہے اس کا ایک راوی عبدالرزاق بن ہمام ہے اور اس راوی کے متعلق اسماء الرجال کے علماء نے وضاحت سے تحریر کیا ہے کہ اس شخص کی روایات ناقابلِ قبول ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی مشہور تصنیف تہذیب التہذیب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"عباس عنبری کہتے ہیں کہ میں عبدالرزاق بن ہمام کی مجلس میں بیٹھتا رہا ہوں لیکن وہ سخت جھوٹا انسان ہے۔ یہاں تک کہ واقدی اس سے کم جھوٹا ہے ...... زید بن مبارک کے کہنے کے مطابق عبدالرزاق سخت جھوٹا آدمی ہے۔ ۱۰۰ احادیث جڑ کر روایت کر دیا کرتا تھا۔ اور کہتے ہیں کہ تمام علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس کی طرف سے روایت نہ بیان کی جائے ...... ابو حاتم کہتے ہیں کہ عبدالرزاق خود ہی حدیث تحریر کر لیا کرتا تھا اور پھر ان سے حجت کر لیا کرتا تھا۔ اور امام احمد بن حنبلؒ اور یحییٰؒ کے متعلق محمد بن اسمٰعیل الفزاری بیان کرتے ہیں کہ وہ پہلے تو عبدالرزاق کی روایات قبول کر لیتے تھے لیکن بعد میں انہوں نے اس کی روایات قبول کرنا ترک کر دیا۔"

(تہذیب التہذیب تذکرہ عبدالرزاق بن ہمام)

اسی طرح امام نسائی نے اس کی بیان کی ہوئی احادیث کو منکر قرار دیا ہے (تہذیب التہذیب تذکرہ عبدالرزاق بن ہمام)

پس جب ایسے ثقہ اور متفق علیہ کی رائے اس شخص کے بارے میں ایسی ہو۔ تو اس کی روایت کسی صورت میں بھی قابلِ قبول نہیں رہتی، خصوصاً جبکہ تاریخ کی شہادت بھی اس رائے کے خلاف ہو۔

تیسری روایت:۔ تیسری روایت جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علیؓ نے بیعت ابوبکرؓ سے تخلف کیا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ کے بعد یعنی حضرت فاطمہؓ کی وفات کے وقت بیعت کی تھی حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب ہے۔ یہ روایت حدیث مسلم میں درج ہے (مسلم باب قول النبی صلعم لا نورث ما ترکنا صدقۃ، بخاری باب فتح خیبر)

جہاں تک اس روایت کے راویوں کا تعلق ہے علماء اسماء الرجال کی تصنیفات میں ان کے متعلق ایسی کوئی بات نہیں ملتی جس کی بناء پر ان کی بیان کردہ روایت کو غلط قرار دیا جا سکے۔ لیکن اگر اس روایت کو درست تسلیم کر بھی لیا جائے۔ اور یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت عائشہؓ نے ایسا ہی فرمایا ہے تو بھی اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس میں بیان شدہ مضمون پانچ ایسی روایات کے مضمون سے ٹکراتا ہے جن میں حضرت علیؓ کے عامۃ المسلمین کے ساتھ ہی ابوبکرؓ کی اطاعت کا حلف لینے کا ذکر ہے اور جنہیں ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

پہلی روایت:۔ عمرو بن حریث بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن زید سے پوچھا کہ "آپ آنحضرت صلعم کے وصال کے وقت حاضر تھے؟" تو انہوں نے کہا: "ہاں موجود تھا" میں نے پوچھا کہ "حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کب ہوئی؟" تو انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے دن ہی ہو گئی تھی۔ لوگوں نے یہ پسند نہ کیا کہ ان پر ایک دن بھی ایسا گزرے کہ وہ باقاعدہ تنظیم میں نہ ہوں۔" اس پر میں نے پوچھا کہ "کیا کسی نے ان کی مخالفت کی تھی؟" انہوں نے جواب دیا۔ "سوائے مرتدین کے اور کوئی مخالف نہ تھا۔" میں نے پوچھا کیا مہاجرین میں کوئی ایسا تھا جس نے بیعت میں توقف کیا ہو؟" تو انہوں نے جواب دیا کہ "نہیں بلکہ مہاجرین تو بغیر بلائے خود بخود ہی جوق در جوق ان کی بیعت کرنے گئے تھے۔" (طبری جلد ۲ صفحہ ۴۴۷)

اس روایت میں تصریح ہے کہ تمام مہاجرین نے بغیر کسی مخالفت یا توقف کے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ ان میں حضرت علیؓ اور بنو ہاشم کے باقیماندہ افراد بھی شامل تھے۔

دوسری روایت :-

اب ہم ذیل میں وہ روایت درج کرتے ہیں جس میں تصریح اور وضاحت کے ساتھ مذکور ہے کہ پہلے دن بیعت کرنے والوں میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے ۔ طبری میں تحریر ہے :-

"حبیب بن ابی ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ اپنے گھر میں تھے کہ انہیں اطلاع ملی کہ حضرت ابو بکرؓ بیٹھے بیعت لے رہے ہیں ۔ حضرت علیؓ یہ سنتے ہی باہر نکلے اور جلدی میں چادر لینا بھی بھول گئے ۔ انہیں یہ خیال تھا کہ میں بیعت کرنے میں پیچھے نہ رہ جاؤں ۔ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور بیعت کی پھر کسی کے ہاتھ چادر منگوائی اور اوڑھ کر مجلس میں تشریف فرما ہوئے ۔"
(طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۷)

تیسری روایت :-

طبقات ابن سعد میں حضرت علیؓ کے کلمات درج ہیں جن کے ہوتے ہوئے اس بات کا گمان بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ اپنے آپ کو خلافت کا اصل حقدار تصور کرتے ہوں اور اس وجہ سے انہوں نے بیعتِ ابو بکرؓ میں تاخیر کی ہو ۔ ذیل میں ہم وہ کلمات تحریر کرتے ہیں :-

"حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب آنحضرت صلعم کا انتقال ہوا ۔ اور ہم نے خلافت کے بارہ میں غور کیا تو ہم نے دیکھا کہ آنحضرت صلعم اپنی جگہ نماز کے لئے حضرت ابو بکرؓ کو ہمارا امام بنایا کرتے تھے اس لئے ہم نے اپنی دنیاوی حکومت کے لئے اسی شخص کو بھی پسند کیا جسے رسولِ کریم صلعم نے ہماری دینی قیادت کے لئے پسند فرمایا تھا اس لئے ہم نے ابو بکرؓ کو آگے کیا ۔ تا کہ وہ ہمارے خلیفہ بنیں ۔" (ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۳۰ ، ابن عساکر بحوالہ سیوطی صفحہ ۶۰)

جب ہم ان کلمات پر غور کرتے ہیں ۔ تو "نقدّمنا ابو بکرؓ" کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ حضرت علیؓ حضرت ابو بکرؓ کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے ۔ بلکہ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی بلا توقف بیعت کی تھی اور آپؓ نے انتخابِ خلافت کے سلسلے میں نمایاں کردار بھی ادا کیا تھا ۔

چوتھی روایت :-

ذیل میں ہم ایک اور روایت درج کرتے ہیں جو مندرجہ بالا روایت کی تائید و تصدیق کرتی ہے ۔ یہ روایت مسند احمد بن حنبلؒ اور بیہقی میں ان الفاظ میں درج ہے ۔

"عمرو بن سفیان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے جنگِ جمل کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے ہمیں اپنے بعد خلافت کے بارہ میں کوئی وصیت نہ فرمائی تھی بلکہ ہم نے خود ہی اپنی رائے سے ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا تھا ۔ (مسند احمد بن حنبلؒ و بیہقی بحوالہ تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۵)

پانچویں روایت :-

مذکورہ بالا روایات میں بیان کردہ مضمون کی تائید ایک اور روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے ۔ اور تاریخ الخلفاء سیوطی میں درج ہے ۔ اس روایت میں پہلے دن حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنے والوں میں صراحت سے حضرت علیؓ کا نام مذکور ہے ۔

"جب آنحضور صلعم کا انتقال ہوا تو تمام مہاجرین و انصار نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ منبر پر بیٹھے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ موجود نہیں ہیں ۔ اس پر انہوں نے علیؓ کو بلوایا جب وہ آئے تو ان کو کہا " اے رسول کریم کے چچا زاد بھائی اور آپؐ کے داماد ! کیا تم مسلمانوں سے الگ رہنا چاہتے ہو ؟" اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا " اے خلیفۂ رسول اللہ صلعم مجھے یہ الزام نہ دیجئے ۔" اس کے بعد آپ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی ۔" (مستدرک حاکم ، بیہقی ، ابن سعد بحوالہ سیوطی صفحہ ۶۴-۶۵)

ان روایات کے مطالعہ کرنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کی موجودگی میں حضرت عائشہؓ کی روایت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے ۔ اور ان مخالف روایات میں کونسی روایات کو صحیح اور درست تسلیم کیا جاوے ۔ اور کس کو غلط سمجھ کر رد کر دیا جاوے ۔ کیا وہ روایت قبول کی جائے جو صرف ایک صحابی سے مروی ہے ۔ اور جس کے مضمون میں رسولِ اکرمؐ کے ایک ممتاز صحابی کے متعلق ایسی بات درج ہے جو اس کی بقیہ زندگی اور اس کے کیریکٹر کے خلاف جاتی ہے ۔ یا ان پانچ روایات کو درست تسلیم کیا جائے جو پانچ الگ الگ صحابہ سے مروی ہیں ۔ اور جن کا مضمون تاریخ کی روشنی میں حضرت علیؓ کے اخلاق اور ان کی سیرت سے ایک مطابقت رکھتا ہے ۔ اگر ہم حضرت علیؓ کی زندگی کے ایام پر ایک نظر ڈالیں اور روزمرہ کی زندگی میں آپ کے رویہ کا مطالعہ کریں تو ہم اس بات کے ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ عقل و نقل کے لحاظ سے وہی روایات قابلِ قبول ہیں جن میں حضرت علیؓ کے بلا توقف بیعت کرنے کا ذکر ہے ۔

جہاں تک حضرت عائشہؓ کی بیان کردہ روایت کی حیثیت کا تعلق ہے اس کے بارہ میں ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اس کے راوی معتبر نہیں ہیں ۔ کیونکہ علماء اسماء الرجال کی کتب کے مطالعہ سے واضح طور پر یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کی ثقاہت مسلّم ہے ۔ لیکن ان کی ثقاہت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ راویان ہر قسم کی غلطی سے مبرا ہیں ۔ کیونکہ خطا اور نسیان ہر انسان کے ساتھ ہے اور یہی محسوس ہوتا ہے کہ اس روایت کے بیان کرنے والوں میں سے کسی راوی کی غلطی کی بناء پر اس روایت میں وہ مضمون شامل ہو گیا ہے جس کا واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ۔

اس جگہ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اس روایت کی راوی ایک صنفِ نازک ہیں ۔ اور مسلمان معاشرہ کی کسی خاتون کے متعلق عام حالات میں یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ بیرونی واقعات سے اتنی ہی واقفیت رکھ سکیں جتنی کہ ایک مرد رکھ سکتا ہے ۔ اور اس معاملہ میں تو یہ کیفیت ہے کہ پانچ مرد صحابہؓ کی روایات کے مقابل پر صرف ایک خاتون کی روایت ہے ۔ ان بیان کردہ وجوہات اور اسباب کی بناء پر ہم اس بات پر مجبور ہیں کہ ایسی روایات کو جن میں حضرت علیؓ کے بیعتِ ابو بکرؓ سے تخلّف کا ذکر ہے مرد کر دیں ۔ اور ان روایات کو صحیح اور درست قرار دیں جن میں آپؓ کے بلا تاخیر بیعت کرنے کے متعلق تحریر ہے ۔

(بشکریہ مجلہ الجامعہ ربوہ)

کتاب "لائف آف محمدؐ"
تصنیف حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ
کا
نیا ایڈیشن تیار ہو گیا

الحمد للہ کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف فرمودہ "لائف آف محمدؐ" کا نیا ایڈیشن چھپ کر تیار ہو گیا ہے ۔ جس کے اخراجات محترم سیٹھ محمد حسین صاحب نیشنل ٹیمبری ۱۵۰ اوئر چیت پور روڈ کلکتہ ۷ اور ان کی بیگم صاحبہ نے برداشت کئے ہیں ۔ محترم سیٹھ صاحب موصوف نے اپنے اخراجات پر اس کا تیسرا ایڈیشن شائع کروایا ہے ۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء ۔

اللہ تعالیٰ محترم سیٹھ صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ کو جزائے خیر دے اور اس خدمت کو اپنے فضل سے قبول فرمائے اور ان کے اموال و نفوس میں برکت دے ۔ آمین ۔

کتاب کی طباعت بذریعہ آفسٹ عمدہ سائز $\frac{22 \times 18}{8}$ صفحات ۲۴۴ مجلد کاغذ نفیس قیمت چار روپے علاوہ محصول ڈاک ۔

خاکسار ناظر دعوت و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان

"دعوۃ الامیر" اور "تبلیغ ہدایت"
چھپ گئیں

سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف "دعوۃ الامیر" اور سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی تصنیف "تبلیغ ہدایت" چھپ کر تیار ہونے والی ہیں ۔ انشاء اللہ نومبر میں طبع ہو کر دفتر میں پہنچ جائیں گی ۔

ان ہر دو کتب کے اخراجات جناب سیٹھ محمد عمر صاحب سہگل اور جناب سیٹھ محمود بشیر صاحب سہگل پنجاب ہاؤس پ ۔ ۳۹ پرنسپ سٹریٹ کلکتہ نمبر ۱۲ نے برداشت کئے ہیں ۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء ۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمت کو قبول فرمائے اور ان کے اموال و نفوس میں برکت دے ۔ احباب اپنے ان مخلص بھائیوں کے لئے دعا فرمائیں ۔

قیمت دعوۃ الامیر — ۱/۲ روپے ⎫ علاوہ محصول ڈاک
" تبلیغ ہدایت — ۲/۰ " ⎭

خاکسار
ناظر دعوۃ و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان

سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے

ارشادات!

(بابت چندہ جلسہ سالانہ)

(۱) "پہلے تو مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چندہ جلسہ سالانہ کے متعلق متواتر کئی سالوں سے یہ دیکھا گیا ہے کہ جو جماعتیں شروع سال میں چندہ دیتی ہیں وہ تو دے دیتی ہیں اور جو شروع میں نہیں دیتیں اُن کے ذمہ بقایا رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے ہمارے سالانہ بجٹ کو نقصان پہنچتا ہے اور اُن کے ذمہ بھی بعض دفعہ دو دو سال کا چندہ اکٹھا ہو جاتا ہے حالانکہ جلسہ سالانہ کا چندہ ایک ایسی چیز ہے جس کے دینے کا ہمارے ملک میں سالہا سال سے رواج چلا آتا ہے جلسہ سالانہ ایک اجتماع کا موقعہ ہے اور اجتماع کے موقعہ پر ہمارے ملک میں لوگوں کی عادت ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ امداد ضرور کرتے ہیں۔"

(۲) "ہمارا جلسہ سالانہ تمام عرسوں، میلوں اور اجتماعوں سے بالکل مختلف ہے اور اس میں حصّہ لینا بڑے ثواب کا کام ہے۔ جماعتوں کو چاہیئے کہ وہ ابھی سے جلسہ سالانہ کا چندہ جمع کرنے کی کوشش کریں، کیونکہ ہمارا تجربہ ہے کہ جو جماعتیں جلسہ سالانہ سے پہلے چندہ دے دیتی ہیں وہ تو دے دیتی ہیں اور جو رہ جاتی ہیں وہ رہتی چلی جاتی ہیں۔"

(۳) "اس سے پہلے تو میں یہ تحریک کرتا ہوں کہ جلسہ سالانہ کا چندہ جمع کرنے میں دوست ہمت سے . . . .

پس تاکہ جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانوں کے لئے پہلے سے انتظام کیا جا سکے۔ اصل میں تو چندہ جلسہ سالانہ سال کے شروع میں ہی دینا چاہیئے۔ کیونکہ اگر اجناس وقت پر خریدی جائیں تو ان پر بہت کم خرچ آتا ہے۔"

احباب جماعت و عہدیداران کرام سے یہ درخواست ہے کہ وہ اپنے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ بالا ارشادات پڑھ لیں اور اس کی تعمیل میں اپنی ذاتی اور خاندانی مشکلات کے مقابل پر سلسلہ کی مرکزی مشکلات کو مقدم رکھتے ہوئے ایثار اور قربانی کا نمونہ پیش کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

جملہ امراء صاحبان، مبلغین کرام اور سیکرٹریان مال کی خدمت میں بھی درخواست ہے کہ وہ جلسہ سالانہ کی آمد آمد کے باعث ماہ نومبر ۱۹۶۴ء کے آخر تک چندہ جلسہ سالانہ کی پوری وصولی کر کے اپنے فرائض سے عہدہ برآر ہوں تاکہ مرکز کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر جمع ہونے والے مہمانوں کی مہمان نوازی میں دقت پیش نہ آئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ احباب جماعت کو سیدنا حضرت اقدس کے ارشادات پر لبیک کہتے ہوئے فرض شناسی کی عملی توفیق عطا فرمائے آمین یا ارحم الراحمین۔

خاکسار ناظر بیت المال قادیان

تحریک جدید — لازمی چندہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۲ء کے موقعہ پر چندہ تحریک جدید کے متعلق فرمایا:۔

"اب میں نے اس چندہ کو لازمی کر دیا ہے۔ جماعت کے ہر مرد اور عورت کا فرض ہے کہ وہ اس میں حصّہ لے۔"

چندہ تحریک جدید کی شرح

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مارچ ۱۹۲۴ء سے چندہ تحریک جدید کی شرح مبلغ پانچ روپیہ سے بڑھا کر مبلغ -/۱۰ روپیہ سالانہ مقرر فرما دی ہے۔ اس لئے احباب جماعت اور جملہ عہدیداران سے درخواست ہے کہ وہ اب وعدہ جات بھجواتے وقت اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ جماعت کا ہر فرد اس میں حصہ لے اور کم از کم -/۱۵ روپیہ سالانہ کا وعدہ کرے۔ اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے وہ اپنی حیثیت کے مطابق حسب سابق زیادہ سے زیادہ رقوم کے وعدہ جات بھجوائیں اور ادائیگی کر کے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی کوئی حد بندی نہیں ہے۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان

زکوٰۃ کی اہمیت

زکوٰۃ ان پانچ ارکان میں سے ہے جن میں سے کسی ایک رُکن کو چھوڑنے والا مسلمان نہیں رہتا۔

زکوٰۃ اموال کو پاکیزہ کرتی اور بڑھاتی ہے۔ مومن کے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی دنیا میں ایسی ہی لازمی قرار دی گئی ہے جیسا کہ نماز کا ادا کرنا۔

پس احباب جماعت کو چاہیئے کہ اس شرعی فریضہ کی ادائیگی کر کے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔ کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی اموال کو بڑھاتی اور تزکیہ نفوس کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکسار ناظر بیت المال قادیان

درخواست دعا:۔ میرے بھائی ملک سعید احمد صاحب فیصل جاپان گئے ہوئے ہیں ان کی اہلیہ وہاں بیمار ہیں ان کی شفایابی کے لئے بزرگان سلسلہ و احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔
خاکسار ملک بشارت احمد از ربوہ

خبریں

احمد نگر ۲۶؍اکتوبر۔ وزیر دفاع مسٹری وائی۔ بی۔ چوہان نے کل رات بیان کیا کہ شری نہرو اور صدر کینیڈی کی موت اور مسٹر خروشچیف کی بین الاقوامی سیاسیات سے علیحدگی عالمی کاز کے لئے زبردست دھوکا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بھارت کو تخفیف اسلحہ کے لئے اور ایٹمی تجربات بند کرنے کے لئے کام کرتے رہنا چاہیئے۔ وہ احمد نگر میونسپل کونسل کی طرف سے پیش کردہ ان پتر کا جواب دے رہے تھے۔ انہوں نے کہا عجب بات ہے کہ روس اور مغرب میں شری نہرو کے خیالات کو بہتر طور پر سمجھا جاتا تھا اور اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ ان دیشوں کو جنگ کی تباہ کاریوں کا تجربہ تھا۔ جبکہ ہم بھارتی عوام کو اس کا تجربہ نہ تھا ایٹمی ہتھیاروں کے بارے میں بھارت کی پالیسی کے نکتہ چین ایٹمی جنگ کے تباہ کن اثرات کا احساس نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا کہ اب تک عام جنگوں میں جو بارودی طاقت استعمال کی گئی ہے۔ اس سے بھی زیادہ بارودی طاقت ایک ہائیڈروجن بم میں ہے

ان حالات میں امن قوموں کے اپنے مفاد کے لئے ہی نہیں بلکہ انسانی ہمدردی کی وجوہ سے بھی ضروری بن جاتا ہے۔ چین کے ایٹمی تجربہ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا اب کئی لوگ چاہتے ہیں کہ بھارت یا تو ایٹمی دوڑ میں شامل ہو جائے یا وہ کسی سے ایٹمی تحفظ حاصل کرے۔ انہوں نے کہا کہ بھارت ایٹم بم نہ بنانے کا پابند ہے ایٹمی دوڑ میں شامل ہونے سے غیر جانبداری ختم ہو جائے گی۔ اور جنگ اور عالمی تباہی قریب آ جائے گی۔ تجربہ کرنے پر چین کی دنیا بھر میں مذمت ہوئی ہے جبکہ بھارت کی سراہنا کی گئی ہے۔ انہوں نے لوگوں سے کہا آئندہ کئی سالوں تک ہمیں دفاع اور ترقیات پر بھاری خرچ کرتے رہنا ہوگا جنگ کے بادلوں میں ترقی ممکن نہیں اور ترقی کے بغیر عوام کے لئے آزادی کا مطلب ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے دفاع اور ترقیاتی پلانوں پر بھاری خرچ کرنا ہوگا۔

احمد نگر ۲۴؍اکتوبر۔ ڈیفینس منسٹر شری وائی۔ بی۔ چوہان نے کل احمد نگر میں آرمڈ کور کانفرنس میں خصوصیت کی غرض سے جمع ممبروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ بھارت کی دفاعی تیاریاں دنیا کی پُرجوش سیاسی اور فوجی صورتِ حال کے مطابق ہونی چاہیئے۔ کیونکہ پچھلے دس دنوں میں جو واقعات رونما ہوئے ہیں۔ وہ دُور رس نتائج کے حامل ہیں جن کا دفاعی تیاریوں کے متعلق سوچنے کے انداز پر ضرور اثر پڑے گا۔ آپ کی مراد چین کے حالیہ دھماکے سے تھی۔ چنانچہ آپ نے کہا کہ بدلتے ہوئے ان حالات کے علاوہ ہمیں اپنی دفاعی منصوبہ بندی کرتے وقت مد باتوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔ پہلے یہ کہ ہماری فوجوں کو بہت اونچائی پر اور مخالف آب و ہوا میں کام کرنا پڑ رہا ہے جبکہ ہمارے دشمن کو اس سلسلہ میں بہت سی سہولیات حاصل ہیں۔ دوسری اہم چیز بھارت کی سرحدوں کی بے اندازہ لمبائی ہے اور یہ صورتِ حال چین اور پاکستان کی ملی بھگت سے پیدا ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہمیں شمالی سرحد کے علاوہ اپنی پاکستان کے ساتھ لگنے والی سرحدوں پر بھی کافی فوج رکھنی پڑ رہی ہے۔ چنانچہ ان تمام حالات کا مقابلہ کرنے کی غرض سے پہاڑی فوج کے ڈویژن کھڑے کرنے پڑے ہیں۔ اور فوجوں کو نئے ساز و سامان اور جدید ترین اسلحہ سے مسلح کیا جا رہا ہے۔ اس مقصد سے آوادی کے کارخانہ میں ٹینکوں کی تیاری شروع کر دی گئی ہے۔ شری چوان نے یہ بتایا کہ سرحد پر چین کی فوجی تیاریاں اور فوجوں کا اجتماع جاری ہے لہٰذا ہم کو بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اپنے آپ کو تیار رکھنا ہے۔

نئی دہلی ۲۶؍اکتوبر۔ کانگرس پارلیمنٹری پارٹی نے اپنے تمام ممبران کو ایک سرکلر بھیجا ہے جس میں اُس نے اُن کی توجہ دیش کی سنگین غذائی حالت کی طرف دلائی ہے۔ اور اُنہیں ہدایت کی ہے کہ سرکار نے غذائی پیداوار بڑھانے کے لئے جو مہم شروع کی ہے۔ اُس میں وہ تعاون دیں۔ سرکلر میں کہا گیا ہے کہ دیہاتی آبادی میں یہ احساس پیدا کرنے کی کہ زرعی پیداوار بڑھانے کی ضرورت ہے جتنی ضرورت اس وقت ہے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اگر ہم بھارتی کسانوں کے ساتھ رابطہ پیدا کریں۔ اُن کی تکالیف میں ہمدرد بنیں۔ اور اُن کی حالت بہتر بنانے کے لئے پوری کوشش کریں تو اُن میں یہ احساس پیدا ہو سکتا ہے"۔ سرکلر میں پارٹی ممبران کو یاد دلایا گیا ہے کہ بھارت کے کروڑوں کسانوں کے ساتھ گہرے تعلقات پیدا کرنے کے باعث ہی کانگرس ایک جاندار جماعت بن سکتی تھی۔ ہمارے لوگوں کی واحد نمائندہ جماعت ہونے کی وجہ سے کانگرس ممبران پارلیمنٹ کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ غذائی حالت کے بارے میں اُن کے سامنے درست تصویر پیش کریں۔

جموں ۲۴؍اکتوبر۔ پتہ چلا ہے کہ لیبر ترقی کی دفعہ ۳۷۰ کے متعلق وزیر اعظم مسٹر غلام محمد صادق اور جموں و کشمیر جن سنگھ کے پریذیڈنٹ پنڈت پریم ناتھ ڈوگرہ کے درمیان اہم بات چیت ہوئی ہے۔ دونوں میں کل یہاں تقریباً بیس منٹ بات چیت ہوئی۔ اس کے بعد مسٹر صادق دہلی کو روانہ ہو گئے۔ جہاں آپ اس دفعہ کے بارے میں جس کی رو سے جموں و کشمیر کو بھارت میں ایک سپیشل پوزیشن حاصل ہے۔ مرکزی لیڈروں سے بات چیت کریں گے۔ توقع کی جاتی ہے کہ اس بات چیت کے نتیجہ کے طور پر اس نہایت متنازعہ دفعہ کے بارے میں کوئی اہم سرکاری اعلان کیا جائے۔

خوشخبری

قرآن کریم پارہ اوّل کا ہندی ترجمہ چھپ کر تیار ہو گیا!

احباب جماعت کی خدمت میں یہ خوشکن اطلاع دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قرآن پاک کے پہلے پارے کا ہندی ترجمہ جو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر صغیر کا ہندی ترجمہ ہے چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ احباب جماعت دعا فرمائیں کہ بہت جلد پورے قرآن مجید کا ترجمہ ہندی اور گورمکھی شائع کرنے کی توفیق ملے۔ ان تراجم کی طباعت کا کام باقی ہے۔

ہدیہ پارہ اوّل ۷۵ نئے پیسے علاوہ محصول ڈاک۔ کاغذ طباعت عمدہ مع عربی متن۔

نوٹ:۔ یہ ترجمہ نظارت ہذا کے مرکزی مبلغ مکرم مولوی خورشید احمد صاحب پربھاکر نے کیا ہے۔

خاکسار:۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

ماسکو ۲۴؍اکتوبر۔ بتایا جاتا ہے کہ مسٹر کمیل سسلوف جس نے سنٹرل کمیٹی کی میٹنگ میں سابق وزیر اعظم روس اور کمیونسٹ پارٹی کے فرسٹ سیکرٹری مسٹر خروشچیف پر الزامات لگائے تھے۔ وہ اب سخت بیمار ہیں بتایا جاتا ہے کہ انہیں گردہ کی تکلیف ہے اور تپ دق پھر سے عود کر آیا ہے۔ آپ اس وقت ہسپتال میں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جس میٹنگ میں مسٹر خروشچیف کو ہٹایا گیا۔ اس میں مسٹر سسلوف کو فرسٹ سیکرٹری کے عہدہ کی پیشکش کی گئی۔ لیکن آپ نے اپنی خراب صحت کی وجہ سے اسے منظور کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اب روسی لیڈروں میں آپ کا چوتھا نمبر ہے۔ پہلے تین لیڈر مسٹر بریژنیف فرسٹ سیکرٹری مسٹر کوسیجن وزیر اعظم اور مسٹر مکویان صدر ہیں۔ اس کے الٹ کچھ حلقوں کا خیال ہے کہ آپ کی یہ بیماری سیاسی ہے۔ مزید اطلاع ہے کہ ۱۴؍اکتوبر کی میٹنگ سے پہلے ہفتہ کا بیشتر حصہ مسٹر بریژنیف برلن میں رہے۔ جب وہ ۱۱؍اکتوبر کو واپس ماسکو آئے تو ہوائی اڈہ پر مسٹر سسلوف نے انہیں بتایا کہ مسٹر خروشچیف نے نئی زرعی اصلاحات کا پروگرام تیار کیا ہے۔ اس لئے وقت آگیا ہے کہ اب اسے ہٹایا جائے۔

سان فرانسسکو ۲۶؍اکتوبر۔ ماہرین کا بیان ہے کہ وہ دن دور نہیں جب برقی دماغ دنیا کی عدالتوں میں ججوں کی جگہ بھی لے لیں گے۔ اور مقدمات کے فیصلے کریں گے۔ سال ہی میں لاس اینجلیز میں وکلاء کی ایک کنونشن ہوئی تھی۔ جس میں ایسے برقی دماغ دکھائے گئے جو وکلاء کے مددگاروں کا کام کر سکتے ہیں۔ یہ دماغ بتا دیتے ہیں کہ وکیل کو کون کون سی کتابیں دیکھنی چاہئیں۔ اور اس رغبت کے کونسے مقدمے پہلے ہو چکے ہیں لیکن پھر بھی محسوس کیا جاتا ہے کہ یہ آدمی کی جگہ یہ دماغ نہیں لے سکیں گے۔ کچھ عرصہ ہوا ایک مشینی مترجم کو روسی بھاشا کا ایک فقرہ ترجمہ کرنے کو دیا گیا جس کا مطلب تھا کہ "روح تو چاہتی ہے لیکن جسم ساتھ نہیں دیتا" اس مشینی مترجم نے یہ ترجمہ کیا کہ "شراب تو اچھی ہے لیکن گوشت خراب ہے"۔